مفتی حنیف قریشی رضاخانی کے رسالہ ’آزر کون تھا؟‘ جس میں آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد ماننے کی صورت میں پوری امت کی تکفیر، تضلیل و تفسیق کی گئی کا تحقیقی، مدلل و مسکت جواب بنام

القول القویم فی نسب سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے



بجواب

آزر کون تھا؟



مؤلف

مناظرِ اسلام

مولانا ساجد خان نقشبندی

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی



باہتمام

بھائی محمد یاسر (ساؤتھ افریقہ)

ناشر

جمعیت اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

مفتی حنیف قریشی رضاخانی کے رسالہ ''آزر کون؟'' جس میں آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد ماننے کی صورت میں پوری امت کی تکفیر، تضلیل و تفسیق کی گئی کا تحقیقی، مدلل و مسکت جواب بنام

(القول القویم فی نسب سیدنا ابراھیم علیه الصلوة والتسلیم)

آزر حضرت ابراهیم علیه السلام کے والد تھے

بجواب

آزر کون تھا؟

مولف

مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی مدظلہ العالی

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مدرس دارالعلوم مدنیہ

نائب مدیر ترجمان احناف پشاور

نائب مدیر مجلّہ نور سنت کراچی

ناظم شعبہ نشر واشاعت جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ (پاکستان)

کتاب کا نام: آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے
مصنف کا نام: حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی
تاریخ اشاعت: اکتوبر 2017 طبع اول
صفحات: 126
ناشر: جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ

سٹاکسٹ

مکتبہ جمال قاسمی
شان آرکیڈ بالمقابل جامعہ گلشن عمرؓ سہراب گوٹھ
03482175472

من انصاری الی اللہ

جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ ایک غیر تجارتی ادارہ جس سے عقائد اصلاح پر اب تک کئی کتب شائع ہو چکی ہیں ان کتب کیلئے تمام تر فنڈ جماعت کے اراکین سے فی سبیل اللہ یا بطور قرض حاصل کر کے نشر و اشاعت کا کام کیا جاتا ہے لہذا آپ سے التماس ہے کہ ادارے کی کتب زیادہ سے زیادہ خرید کر ادارے کے ساتھ تعاون کریں

فہرس

تقدیم

مناظر اسلام، فاتح رضاخانیت، خطیب اہل سنت، ترجمان مسلک دیوبند،

حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب مدظلہ العالی

باسمه الكريم و صلى الله على سيدنا و نبينا و حبيبنا محمد و آله و اصحابه اجمعين الطيبين الطاهرين اما بعد!

برادر مکرم خان معظم جناب مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی زید لطفہ کا ارشاد ہوا کہ مفتی حنیف قریشی کی کتاب ''آزر کون تھا؟'' کا میں نے جواب لکھا ہے اس کیلئے کچھ لکھ دیں لہذا بندہ امتثال امر میں چند گزارشات پیش کرتا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ رضاخانی مذہب شتر بے مہار کی طرح ہے اس کا کوئی بڑا یا چھوٹا نہیں۔سارے ہی بڑے ہیں اور ہر کوئی اپنے آپ میں ایک مستقل مذہب وفرقہ ہے۔ ہر ایک اپنی ہی آراء رکھتا ہے اور ہر ایک کی کوشش وفکر ہے کہ میری نظر وفکر کو حجۃ کا درجہ دیا جائے ۔چاہے ان کے امام احمد رضا خان کے گلے پر چھری ہی کیوں نہ پھر جائے۔

موصوف (حنیف قریشی) بھی انہی میں سے ہیں جن کی اپنے مسلک میں حیثیت دیکھنے کیلئے نیٹ پر عرفان شاہ مشہدی اور غفران سیالوی کی ویڈیو ملاحظہ فرمائیں جس میں موصوف کو ''بدمعاش مولوی اور جہنمی کتا'' کہا گیا۔خیر ہم اس موضوع کو پھر کسی موقع کیلئے سنبھال رکھ لیتے ہیں سر دست موصوف کی کتاب پر کچھ مختصر تبصرہ کرنا چاہتے ہیں۔

رضاخانی مذہب کے مدون اول فضل رسول بدایونی صاحب ہیں وہ لکھتے ہیں:

> ''نسب میں پاکیزگی یعنی باپ دادا کی رذالت اور ماؤں کی بدکاری کے عیب سے سلامتی ، نہ کہ کفر اور اس جیسی باتوں سے سلامتی کہ یہ نبی کیلئے شرط نہیں جیسا کہ آزر (ابراہیم علیہ السلام کا باپ) اور اس جیسے دوسرے لوگ''۔

(المعتقد المنتقد، ص ۱۸۱، ۱۸۲، مکتبہ برکات المدینہ کراچی)

جبکہ حنیف قریشی صاحب فرماتے ہیں:

......کہ یہ بات کہنا کہ آزر والد تھا نسب رسول پر حملہ ہے (آزر کون تھا ص ۷)

......نسب کی طہارت برقرار نہیں رہتی (آزر کون ص ۱۳)

......قرآن پاک سے تعارض اور کئی روایات کا انکار لازم آتا ہے۔

(آزر کون تھا ص ۵۵ ملخصا)۔

قریشی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ چودہ سو سال کے اکابر امت (جیسا کہ مولانا نے اپنی اس کتاب میں وضاحت کی ہے) کے گلوں پر توہین کی چھری چلا کر کونسا دین کا کام اور شریعت کی خدمت آپ سرانجام دے رہے ہیں؟۔

دوسرا حوالہ میں عرض کرتا ہوں مولوی اللہ دتہ صاحب رضا خانیت کے بہت بڑے مفسر و مناظر مانے جاتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

''مفسرین کرام کا یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ کے تمام اصول مومن تھے ان کی حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک وہ کفر و شرک کی آلودگی سے پاک تھے جب تک یہ نور پاک ان کی پشتوں اور رحموں میں رہا پس جب یہ نور پہلے سے بعد والے میں منتقل ہوا تو پہلے کا غیر خدا کی عبادت کرنا ممکن ہے پس آزر سے جب یہ نور پاک اس کے بیٹے ابراہیم کی طرف منتقل ہو گیا تو پھر اس نے بتوں کی پوجا کرنی شروع کر دی اور اس نور کے انتقال سے پہلے آزر نے غیر خدا کی عبادت نہیں کی''۔

(کاشف کید الثعلب، ص ۹۹)

آگے لکھتے ہیں:

''اہل سنت کے نزدیک وہی بات صحیح تر ہے جو عارف صاوی اور علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہما نے فرمائی کہ جب تک اس نور مبارک کا تعلق ان اصلاب اور ارحام سے رہا ان کا پاکیزہ رہنا لازم تھا لیکن جب یہ نور پاک ان سے منتقل ہو گیا بعد میں کفر و شرک سے ملوث ہونے سے کوئی

چیز بھی مانع نہ تھی اور یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ جو جگہ کسی معزز مہمان کے ٹھرنے کیلئے تجویز کی جاتی ہے اسے مہمان کے آنے سے پہلے اور مہمان کی موجودگی تک صاف ستھرا لازمی طور پر رکھا جاتا ہے لیکن وہ مہمان جب وہاں ٹھرنے کے بعد چلا جایئے پھر اس جگہ کی ستھرائی میں فرق آنے سے کوئی چیز بھی مانع نہیں''۔

(کشف کید الثعلب، ص ۱۰۱)

اگر قریشی صاحب کو اپنے گھر کا یہی نکتہ سمجھ آجاتا تو کتاب لکھنے کی چنداں حاجت پیش نہ آتی، مگر چونکہ موصوف کے اندر سبائی جراثیم تھے اور ان کا اثر ظاہر ہونا ضروری تھا اسی لئے وہ ان کی زبان کئی جگہ بول چکے اور اس کتاب میں بھی انہی کی ترجمانی کرر ہے ہیں چنانچہ قریشی صاحب نے جو پہلی دلیل پیش کی:

...و تقلبک فی الساجدین (آزر کون ص ۱۴)

اس کے متعلق مولوی اللہ دتہ وسن پوری رضا خانی لکھتے ہیں:

''اس آیت سے نبی اکرم ﷺ کے باپ داداؤں کے ایمان پر استدلال پکڑنا یہ رافضیوں ہی کا کام ہے''۔

(کاشف کید الثعلب، ص ۱۰۱)

معلوم ہوا کہ نام نہاد مفتی حنیف قریشی صاحب سبائیت و رافضیت کی ترجمانی کرر ہے ہیں۔ یہ نام نہاد مناظر صاحب زور لگا رہے ہیں کہ آزر چچا ہے جبکہ انہی کے بزرگ مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنی کتاب ''کاشف مکائد الثعلب ص ۹۵، ۹۶'' پر یہ نظریہ رافضی کا امام رازیؒ کی تفسیر سے نقل کرر ہے ہیں اور امام رازیؒ سے اسی نظریہ کا رد بھی پیش کرر ہے ہیں۔

اسی طرح مفتی خلیل خان قادری برکاتی مترجم سبع سنابل میں لکھتے ہیں:

''کبھی روشنی سے آگ پیدا ہوتی ہے کبھی آگ سے روشنی ابراہیم خلیل اللہ آزر بت پرست سے پیدا ہوئے اور کنعان نوح علیہ السلام سے''۔

(سبع سنابل مترجم، ص ۹۴)

منظر الاسلام بریلی شعبہ فارسی کے صدر مدرس علامہ شمس بریلوی لکھتے ہیں:

''علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں تارح ابن ناخور ہی کو آزر کہتے ہیں''۔

آگے لکھتے ہیں:

''امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی جو حدیث بطور استدلال پیش کی ہے اس میں وضاحت کے ساتھ آپ کے والد کا نام آزر مذکور ہے

یلقی ابراھیم اباہ آزر یوم القیامۃ الخ

آگے لکھتے ہیں:

''اور ایسی ہی روایت کی ہے جو حضرت قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے بطریق عتبہ بن عبد الغافر سے انہوں نے روایت کی ہے ابی سعید سے انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے جو سابقہ حدیث کے مثل ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کیا تم نے بتوں کو اپنا خدا بنا رکھا ہے بے شک میں تم کو اور تمہاری قوم کو ایک کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں یہ اشارہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام آزر تھا اور تمام اہل نسب (نسابیین) جن میں حضرت ابن عباسؓ بھی شامل ہیں کہتے ہیں (اس بات پر انہوں نے اتفاق کیا ہے) کہ آپ کے باپ کا نام تارح تھا جس کو یہودی اور عیسائی تارخ (خائے نقطہ دار) کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس بت کا نام جس کی تارح پرستش کرتا تھا آزر تھا اسی کے نام سے اس کا لقب آزر رکھ دیا''۔

(نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۱۳۲ تا ۱۳۴)

بریلوی شیخ التفسیر مولوی فیض احمد اویسی صاحب نے علامہ ابن کثیرؒ کی کتاب ''قصص الانبیاء'' کا ترجمہ کیا ہے چنانچہ وہ اس میں لکھتے ہیں (گذشتہ کچھ عبارت لکھنے کے بعد)

''ابن جریر فرماتے ہیں کہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کا نام آزر تھا اور ہو سکتا ہے کہ اس کے دو نام ہوں جو بطور علم استعمال ہوتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے

کہ ان میں سے ایک لقب ہو اور دوسرا نام ہو بہر حال یہ احتمال صحیح ہے اور اسے بالکل رد نہیں کیا جا سکتا۔ واللہ اعلم"۔

(قصص الانبیاء، ص ۸۶)

مفتی مظہر اللہ شاہ دہلوی فرماتے ہیں:

"جب سات برس کے ہوتے ہوئے آپ نے اپنی والدہ سے دریافت کیا میرا رب یعنی میرا پالنے والا کون ہے؟ انہوں نے کہا میں پھر فرمایا تمہارا رب کون ہے؟ انہوں نے کہا تمہارا باپ۔ پھر فرمایا ان کا رب کون ہے؟ اس وقت والدہ نے کہا خاموش رہو اور اپنے شوہر یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر کو یہ قصہ سنایا"۔

(تفسیر مظہر القرآن: ۱/ ۳۹۱)

بہر حال ہم سارے حوالے پیش کرنا نہیں چاہتے قصہ مختصر حنیف قریشی صاحب کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ سر دست اپنے انہی اکابر کو آپ نسب رسول پر تبرا اور حملہ کرنے والا، احادیث کا منکر، قرآن میں تشکیک پیدا کرنے والا سمجھ لیں۔

قریشی صاحب کی داستان بڑی لمبی ہے مگر ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

محمد ایوب قادری

۸ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ

عرض مولف

قارئین کرام! اللہ تعالی نے اس امت کو"امۃ وسطا" کا لقب دیا لہذا اس امت کا طرہ امتیاز ہی یہ ٹھرا کہ یہ امت محمدیہ ﷺ افراط وتفریط سے پاک ہے۔جبکہ اس کے مقابلے میں پیدا ہونے والے گمراہ گروہ ہمیشہ یا تو افراط یا پھر تفریط کا شکار رہے ہیں۔ہمارے مخالفین یہاں اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ ہمیں اختلاف سے انکار نہیں ،اگر یہ اختلاف اخلاصِ نیت وللہیت کی بنیاد پر ہو تو محمود ہے اور اگر ضد،تعصب وذاتیات پر مبنی ہو تو مذموم ہے۔

بدقسمتی سے اہل بدعت کا اہل حق کے ساتھ اختلاف بھی کچھ اسی قسم کے مذموم اختلاف کی قبیل سے ہے۔ہمارے دیار کے اہل بدعت کا ایک عجیب مزاج بن چکا ہے کہ جب تک یہ لوگ اختلاف کی آڑ میں اہل السنۃ والجماعۃ کی تکفیر وتضلیل نہ کرلیں،ان پر سب وشتم نہ کرلیں انہیں کسی پل سکون ہی نہیں ملتا۔ان ظالموں کے نزدیک دین کی سب سے بڑی خدمت بس یہی رہ گئی ہے کہ کسی طرح امت مسلمہ کی اس عظیم جماعت حقہ کی تکفیر وتضلیل ثابت کردی جائے معاذ اللہ من سوء الفہم۔

اس گروہ باطلہ کے حکیم الامت مولوی منظور اوجھیانوی المعروف مفتی احمد یار گجراتی متوفی ۱۳۹۱ھ کی مندرجہ ذیل عبارت سے اس گروہ کی نفسیاتی کیفیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے موصوف رقمطراز ہیں:

"اگر اس زمانہ میں دیوبندیوں وہابیوں کو چڑانے کیلئے یہ نام (یعنی عبد النبی وغیرہ) رکھے تو باعث ثواب ہے"۔

(جاء الحق،ص ۳۴۷ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

گویا اس گروہ کے ہاں ثواب کام ہی اہل حق کو چڑانا ہے۔بہرحال اہل بدعت نے جہاں دیگر کئی عقائد واعمال میں افراط وتفریط کا مظاہرہ کیا وہاں نبی اکرم ﷺ کے والدین کریمین طیبین طاہرین اعلی اللہ مقامھما کے بارے میں بھی یہ حضرات شدید افراط کا

شکار ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ میں متقدمین ومتاخرین علماء کا اختلاف رہا ہے ۔ چنانچہ متقدمین علماء کا موقف یہ ہے کہ ان حضرات کی موت حالت کفر پر ہوئی اوراس باب میں وہ قرآن وحدیث کے ظاہر سے تمسک کرتے ہیں۔ جبکہ علامہ سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ اوران کی اتباع میں بعد کے (چند) متاخرین علماء کا موقف یہ ہے کہ یہ مبارک ہستیاں مسلمان تھیں یا تو اہل فطرۃ ہونے کی وجہ سے یا ان کی موت تو کفر پر ہوئی لیکن اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاز میں ان کو دوبارہ زندہ فرمایا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ اس پر وہ ایک ضعیف حدیث سے استدلال اور قرآن وحدیث کے ظاہر میں تاویلات کرتے ہیں۔

بہرحال دونوں فریقین کے اخلاص پر کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہوسکتا دونوں طرف جلیل القدر علماء واساطین علم ہیں و للناس فیما یعشقون مذاهب کے مصداق جس کو جس کی تحقیق پر اطمینان واعتماد ہو عمل کرے۔ خود فریق مخالف کے غزالی ورازی دوراں احمد سعید کاظمی صاحب متوفی ۱۴۰٦ھ بھی اس اختلاف کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”علامہ کاظمی نے مکرر فرمایا کہ مولانا فرمائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ماجدین کے ایمان یا عدم ایمان کسی آیت قرآنیہ میں مصرح ہے یا نہیں؟ لیکن مولانا آف گوجرہ صاحب ایسے مبہوت ہوئے کہ نفی یا اثبات میں کوئی جواب ان سے نہ بن پڑا بالآخر علامہ کاظمی نے فرمایا مولانا میں دعوی سے کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ کبھی نص قطعی میں منصوص ومصرح نہیں اور ظاہر ہے کہ جو مسئلہ منصوص قطعی نہ ہو وہ ظنی اور کبھی مجتہد فیہ ہوتا ہے اسی وجہ سے علمائے امت نے قرآن وحدیث میں غور وتدبر کیا اور اجتہاد فرمایا اجتہادی مسائل میں عموما اختلاف واقع ہوجاتا ہے اس لئے یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ بین العلماء ہوگیا بعض نے عدم ایمان کا قول کیا بعض نے سکوت کو اولی سمجھا چونکہ تینوں قول بر بنائے اجتہاد ہیں اس لئے کسی قائل کی تضلیل وتفسیق نہیں ہوسکتی۔ اگر محض رشتہ داری ہمارے نزدیک دلیل

ایمان ہوتی تو ہمارے آئمہ اہل سنت کو اجتہاد کی ضرورت ہی واقع نہ ہوتی جس طرح آپ حضرات نے محض رشتہ داری کو دلیل ایمان سمجھا ہوا ہے لیکن چونکہ اصل دین سے اس مسئلہ کو تعلق نہیں اس لئے ہمارے نزدیک یہ فروعی مسائل سے ہے''۔

(روئیداد تاریخی مباحثہ، ص ۱۰، نعمان اکاڈمی جہانیاں منڈی)

علامہ کاظمی صاحب اس مسئلہ کو فروعی مسائل میں سے قرار دے رہے ہیں اور اس کی بنیاد پر کسی کی تضلیل و تفسیق کے بھی قائل نہیں گستاخِ رسول ﷺ کا فتوی یا تکفیر تو بہت بعد کی چیز ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے والدین کو مومن نہ ماننے پر گستاخی کا فتوی اس مناظرے میں شیعہ نے اہل بدعت پر لگا یا اب موجودہ دور کے اہل بدعت خود ہی اپنی اداؤں پر غور کریں کہ ان کا طرز عمل کس کی چغلی کھا رہا ہے؟۔

مفتی احمد یار گجراتی صاحب اس مسئلہ کی نوعیت کے متعلق لکھتے ہیں:

''اس مسئلہ میں چار قول ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں حضرات زندگی میں مومن تھے نہ موت کے وقت اور نہ اب یہ قول ملا علی قاری وغیرہ کا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں خاموشی چاہئے ان کا حال رب جانے۔ تیسرے یہ کہ دونوں حضرات بروقت موت تو ایمان پر نہ تھے لیکن اب مومن ہیں۔ چوتھے یہ کہ وہ زندگی میں مومن موحد تھے بروقت وفات بھی توحید پر قائم رہے اور اب وہ دین اسلام پر ہیں''۔ (تفسیر نعیمی: ۱ / ۵۹۷)

فریق مخالف کے علامہ زماں مولانا غلام رسول گوہر لکھتے ہیں:

''حضور نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے والدین کی بحث بلحاظ ان کے ایمان کے قدیما و حدیثا مختلف فیہ ہے اس موضوع میں علماء متقدمین و متاخرین نے بہت اختلاف کیا ہے''۔ (نور الہدی: ص ۷۱ ۴)

اس مسئلہ کی نوعیت کے متعلق فریق مخالف کے معتمد مفسر علامہ اسمعیل حقیؒ فرماتے ہیں:

''اعلم ان السلف اختلفوا فی ان ابوی النبی ﷺ ھل ماتا علی الکفر اولا''۔

(روح البیان:١/٢١٦)

جان لیجئے کہ سلف میں اس مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے کہ آیا نبی کریم ﷺ کے والدین کی موت حالت کفر پر ہوئی یا ایمان پر؟۔

امام ابن جریر طبریؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، امام رازیؒ، امام بیہقیؒ وغیرھم نے تو نبی کریم ﷺ کے والدین کا حالت کفر پر مرنے کو کھل کر بیان کیا بلکہ ملا علی قاری حنفیؒ نے تو اس پر باقاعدہ ایک پوری کتاب ''معتقد ابی حنیفة فی ابوی الرسول'' کے نام سے لکھی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے برملا اس بات کا اعلان کیا کہ نبی اکرم ﷺ کے والدین کے ایمان کا مسئلہ متاخرین علماء پر منکشف ہوا ہے:

''ولعمری ایں علمیت کہ حق تعالی سبحانہ مخصوص گردانید بایں متاخرین رایعنی علم آنکہ آباء واجداد شریف آنحضرت ﷺ ھمہ بردیں توحید و اسلام بودہ اند واز کلام متقدمین لائح میگردو کلمات برخلاف آن

(اشعۃ اللمعات:٤/٤٩١)

ترجمہ: مجھے میرے خالق زیست کی قسم ہے کہ اسکے علم کے ساتھ یعنی آپ ﷺ کے آبا واجداد کے توحید اور اسلام پر ہونے کے علم کے ساتھ حق تعالی نے متاخرین علماء کو مختص اور ممتاز ٹھرایا ہے جبکہ متقدمین علماء کے کلام میں اس کے خلاف کلمات ظاہر ہوتے ہیں۔

اسی طرح پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ متوفی ١٣٥٦ھ فرماتے ہیں:

''حضرت پیغمبر خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کے والدین شریفین کے عدم اسلام کا علماء متقدمین کو تو یقین واثق ہے اور متاخرین ابن حجر وغیرہ کا بھی یہی مسلک ہے مگر بعض متاخرین محققین اہل فقہ وحدیث نے اسلام ابوین شریفین حضرت رسول الثقلین ﷺ کو احادیث سے ثابت کیا ہے .... گویا کہ یہ علم متقدمین میں سے ایک گونہ پوشیدہ و مستور تھا اور متاخرین پر اللہ تعالی نے اس کو کھول دیا''۔ (فتاوی مہریہ: ص،١٦،١٧)

گویا بقول شیخؒ و پیر صاحبؒ متقدمین میں تمام علماء کا نظریہ عدم ایمان ہی کا تھا یہی

وجہ ہے کہ ملا علی قاری حنفیؒ نے اس مسئلہ میں متقدمین کا اجماع لکھا ہے (معتقد ابی حنیفہ، ص ۸۴)

ملا علی قاریؒ کی اسی بات کو ایک بدعتی نے یوں نقل کیا:

''یہاں یہ بات بھی سامنے رہنی چاہئے کہ ملا علی قاری نے اپنے رسالے میں بار بار کفر پر اجماع کا دعوی کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں :واما الاجماع فقد اتفق السلف والخلف من الصحابة والتابعين والائمة الاربعة و سائر المجتهدين على ذالک (ادلۃ معتقد ابی حنیفہ:۱) رہا معاملہ اجماع کا تو اس پر تمام سلف وخلف متفق ہیں خواہ صحابہ ہوں یا تابعین آئمہ ہوں یا دیگر مجتہدین''۔

(مجموعہ رسائل ایمان والدین مصطفی:ص ۳۳، حجاز پبلی کیشنز لاہور)

مگر چونکہ بعد والے علماء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا لہذا علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند جو افراط وتفریط سے پاک ہیں نے کمال احتیاط کرتے ہوئے اس مسئلہ میں توقف و سکوت اختیار کیا چنانچہ مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ متوفی ۱۴۱۷ھ لکھتے ہیں:

''حق مذہب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں نیز اس قسم کے دوسرے مسائل میں کنج وکاؤ کرنا مفید نہیں بلکہ کسی حد تک مضر ہے لہذا توقف وسکوت بہتر ہے''۔(فتاوی محمودیہ:۱/ ۴۰۷)

حکیم الامت مجدد دین و ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ متوفی ۱۳۶۲ھ لکھتے ہیں:

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی نسبت علماء کا اختلاف ہے اس میں توقف کرنا چاہئے کیونکہ نہ تو یہ عقائد میں داخل ہے اور نہ جز وایمان ہے اگر مومن ہیں تو ان کو کافر کہنا جائز نہیں اور اسی طرح اس کا عکس بھی جائز نہیں''۔(امداد الفتاوی:۵/ ۳۸۸ وجامع الفتاوی:۱/ ۸۴)

حضرت خیر محمد جالندھری صاحبؒ متوفی ۱۳۹۰ھ لکھتے ہیں:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر تھے اور آزر کے نام سے مشہور

تھے روایات میں ہے کہ ان کا انتقال کفر پر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ اللہ تعالی نے ان کو زندہ کیا تھا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے تھے مگر اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک یہ ہے کہ ایسے مسائل میں الجھنا اور بحث کرنا جائز نہیں ''۔

(خیر الفتاوی: ۱/ ۲۲۳)

اسی مسئلہ سے متعلق ایک سوال فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ متوفی ۱۳۲۳ھ کے پاس بھی آیا تو آپ نے جواب دیا:

''حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان میں اختلاف ہے حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان کا انتقال حالت کفر میں ہوا ہے''۔

(فتاوی رشیدیہ، ۲۴۶)

امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کا یہی مذہب حضرت ملا علی قاری حنفیؒ متوفی ۱۰۱۴ھ نے اپنی کتاب ''معتقد ابی حنیفہ'' میں لکھا یہ پورا رسالہ امام صاحب کے اسی قول کے ثبوت میں ہے۔ اور شرح فقہ اکبر میں پرزور طریقے سے لکھتے ہیں:

''و والدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماتا علی الکفر ھذا رد علی من قال بان والدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماتا علی الایمان و علی من قال ماتا علی الکفر ثم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا لھما فاحیاھما و اسلما ثم ماتا علی الایمان''۔ (شرح فقہ الاکبر، ص ۳۱۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی موت حالت کفر پر ہوئی امام صاحب کا یہ قول ان پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ یہ حضرات ایمان کی حالت میں فوت ہوئے یا فوت تو حالت کفر میں ہوئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے اللہ نے ان کو زندہ کیا اور پھر یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور پھر فوت ہوئے۔

ملا علی قاریؒ صرف اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ بڑے زور و شور سے حنفیوں کو شرم

دلاتے ہیں کہ وہ کس طرح حنفی ہو کر ائمہ مجتہدین کی تقلید اور پیروی چھوڑ کر ان متاخرین وغیر مجتہدین کی تقلید کو اختیار کر رہے ہیں؟

"قال القاری :و هل یحل لاحد من الحنفیة و غیرهم ان یقلدوا هولآ ء المذکورین و یترکوا الاقتداء بائمتهم المعتبرین مع ظهور ادلة الجمهور من علماء الامة"۔(ادلۃ معتقد ابی حنیفہ،ص ۱۳۳)

امام اعظمؒ کی طرف اسی قول کی نسبت علامہ شامیؒ متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"احیاء الابوین بعد موتهما لا ینافی کون النکاح کان فی زمن الکفر لا ینافی ایضا ماقاله الامام فی فقه الاکبر من ان والدیه ﷺ ماتا علی الکفر"۔ (فتاوی شامی :۳/ ۱۸۴۔باب نکاح الکافر)

اسی قول کی نسبت علامہ احمد شہاب الدین الازہری متوفی ۱۱۲۶ھ نے بھی اپنی کتاب میں ان الفاظ میں کی:

"ابا حنیفة صرح فی الفقه الاکبر بان ابوی النبی ﷺ ماتا علی الکفر هو مبنی علی القول بوجوب المغفرة بالفعل"۔

(الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید القیروانی:۱/ ۲۹،دارالفکر بیروت)

علامہ بیہقی متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

"وکیف لایکون ابواه وجده بهذه الصفة فی الاخرة وکانوا یعبدون والوثنی حتی ماتوا ولم یدینوا دین عیسیٰ ابن مریم علیه السلام وامرهم لا یقدح فی نسب رسول الله ﷺ لان انکحة الکفار صحیحة الا تراهم یسلمون مع زوجاتهم فلا یلزمهم تجدید العقد ولا مفارقتهن اذا کان مثله یجوز فی الاسلام"۔(دلائل النبوۃ:۱/ ۱۹۲)

وہ لوگ یعنی آپ ﷺ کے والدین اور دادا کیسے اس حال میں نہ ہوں

گے آخرت میں حالانکہ وہ لوگ بتوں کو پوجتے تھے یہاں تک کہ وہ ان کو پوجتے پوجتے ہی مر گئے تھے اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا دین بھی قبول نہیں کیا تھا۔ ان کا معاملہ رسول اللہ ﷺ کے نسب میں کوئی عیب پیدا نہیں کرتا اس لئے کہ کفار کے نکاح صحیح اور درست تھے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ وہ لوگ اپنی بیویوں سمیت ایمان لائے مگر ان پر ان کے نکاحوں کی تجدید لازم نہ تھی نہ ہی ان سے مفارقت لازم کی گئی جب ایسی کیفیت ہوتو اسلام میں یہ جائز ہے۔

قریشی صاحب اینڈ کمپنی کا سب سے بڑا اشکال ہی یہی ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام کے والدین خصوصا آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تسلیم کرلیا جائے تو انبیاء کے نسب کی طہارت باقی نہیں رہے گی امام بیہقیؒ پر اللہ کی کروڑوں رحمتیں ہوں کہ انہوں نے اس اشکال کا جواب کئی سو سال پہلے ہی دے دیا۔ مزید فرماتے ہیں:

"وابواہ کانا مشرکین" نبی کریم ﷺ کے والدین مشرک تھے اس کے بعد مسلم کی وہ مشہور روایت پیش کرتے ہیں جو عدم ایمان والوں کا بنیادی مستدل ہے

(سنن الکبریٰ: ۷/ ۱۸۹ رقم الحدیث ۱۴۴۵۸، ۱۴۴۵۹)

امام رازیؒ متوفی ۶۰۳ھ فرماتے ہیں:

"کان عالما بکفرھم و کان عالما بان الکافر معذب"۔

(تفسیر کبیر: ۴/ ۲۸، ۲۹)

حضور ﷺ کو یہ بھی علم تھا کہ ان کے والدین مسلمان نہیں اور یہ بھی علم تھا کہ کافر کو جہنم میں عذاب ہوگا۔

امام ابن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ نے ایک اشکال پیش کیا کہ جب حضور ﷺ کو علم تھا کہ ان کے والدین مومن نہیں اور کافر معذب فی النار ہے پھر والدین کے بارے میں یہ پوچھنا کہ نہ معلوم وہ کس حال میں ہوں گے سمجھ سے باہر ہے تو امام ابن کثیرؒ متوفی ۷۷۴ھ اس کا جواب دیتے ہیں:

"لاحتمال ان هذا كان فی حال استغفار لابويه قبل ان يعلم امرهما فلما علم ذالك تبرأ منهما و اخبر انهما من اهل النار كما ثبت هذ فی الصحيح

(تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۰۵)

ممکن ہے یہ واقعہ اس وقت کا ہو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے والدین کیلئے استغفار کرتے تھے اور انجام معلوم نہ تھا پھر جب ان دونوں کی حالت معلوم ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے ہٹ گئے اور بیزاری ظاہر فرمائی اور صاف بتادیا کہ وہ دونوں جہنمی ہیں جیسے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہو چکا۔

علامہ حموی متوفی ۱۰۹۸ھ لکھتے ہیں:

"اعلم ان السلف اختلفوا فی ابوی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماتا علی الكفر ام لا فذهب الی الاول جمع منهم صاحب التفسير"۔

(شرح حموی: ۳/ ۲۴۰)

جان لیجئے کہ سلف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے متعلق اختلاف ہوا ہے کہ آیا ان کی موت حالت کفر پر ہوئی یا ایمان پر سو پہلے قول کی طرف (یعنی ان کی موت حالت کفر پر ہوئی) سلف کی ایک جم غفیر راغب ہے۔

مفسر عظیم امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

"اهل الشرك من اهل الجحيم ان ابويه كانا منهم"

(طبری: ۲/ ۴۸۱)

اہل شرک اہل جہنم میں سے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین بھی انہی میں سے ہیں۔

اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اگر حضرت گنگوہیؒ کے اس فتوے سے کسی کو اختلاف تھا تو جیسے ان سے پہلے علماء نے اپنے اس اختلاف کو مدلل انداز میں ذکر کیا اور کہیں بھی متانت وسنجیدگی کا دامن نہیں چھوڑا اہل بدعت حضرات بھی اس روش کو اپناتے لیکن چونکہ یہ فتوی دینے والی ہستی اہل السنۃ دیوبند میں سے تھی لہذا دل کی بھڑاس نکالنے کا ایک اور موقع مل گیا

اور بریلی کی کفر ساز مشن گن سے کفر کے گولے برسنے لگ گئے۔ واللہ ہم اس مسئلہ کو کبھی نہ چھیڑتے اور علامہ شامیؒ کی یہ نصیحت سر آنکھوں پر کہ:

''و لیست من المسائل التی یضر جھلھا او یسأل عنھا فی القبر او فی الموقف'' (شامی: ۳/ ۱۸۳)

یہ مسئلہ ان اساسی مسائل میں سے نہیں جس سے جہالت ضرر رساں ہو یا قبر وحشر میں اس سے متعلق کسی قسم کا سوال کیا جائے گا۔

مگر کیا کیا جائے کہ اہل بدعت نے ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کیا ہوا ہے اور نام نہاد عشق رسول ﷺ کی آڑ میں امت کے جلیل القدر ائمہ کی تکفیر و تضلیل سے باز نہیں آرہے عوام کو یہ تاثر دے رہے ہیں کہ گویا ایسا عقیدہ رکھنے والا پکا کافر و گستاخ اور ملعون شخص ہے اور امت مسلمہ میں یہ نظریہ سوائے علمائے دیوبند کے اور کسی کا نہیں چونکہ یہ لوگ گستاخ ہیں معاذ اللہ اس لئے نبی کریم ﷺ کے بغض میں آپ ﷺ کے والدین کو بھی کافر کہتے ہیں استغفر اللہ۔

اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہو:

(۱) مفتی حنیف قریشی صاحب ''دیوبندی عقائد'' کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ کے والد کفر کی حالت میں فوت ہوئے (فتاوی رشیدیہ، ص ۱۰۴)''۔

(آزر کون تھا، ص ۶۱)

پھر آگے ان عقائد کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہ چند تحریریں بطور نمونہ ہیں وگرنہ عقائد علماء دیوبند میں اتنی گندگی ہے کہ جس کے تعفن سے کروڑوں لوگوں کا دم گھٹ رہا ہے''۔

(آزر کون تھا، ص ۶۱)

اس پر ہم صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں **لعنۃ اللہ علی الکاذبین**۔ یاد رہے کہ ہم نے فتاوی رشیدیہ کی اصل عبارت ماقبل میں نقل کر دی ہے اسے دوبارہ ملاحظہ فرما کر مفتی صاحب کی دیانت کا اندازہ بھی لگالیں۔

(۲) مولوی ظہور الدین قادری لکھتا ہے:

''یہ بات حضور ﷺ کیلئے باعث اذیت ہے اور ان کی اذیت عذاب الیم کی موجب ہے''۔(تحفظ عقائد اہلسنت، ص۳۵۶)

(۳) بریلوی مناظر عنایت اللہ سانگلہ ہل لکھتے ہیں:

''یہ آیت ایمان والدین مصطفی ﷺ میں صریح نص ہے (بقول کاظمی ایسی کوئی نص موجود نہیں۔ساجد) اور اس کا منکر کافر ہے۔اس آیت کی ناسخ قرآن میں نہیں ہے ایک بات اصولی اور طے شدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کافر کی قبر پر جانے اور دعا سے اللہ کریم نے منع فرمادیا..........آپ اپنی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر پر بھی تشریف لے گئے اگر وہ مومن نہ تھیں تو کیا آپ نے معاذ اللہ قرآن کے حکم کی خلاف ورزی کی ایسے سوچنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے''۔

(مقالات شیر اہلسنت، ص ۱۳۴، ۱۳۵)

مزید لکھتے ہیں:

''والدین مصطفی ﷺ مومن تھے یہ قطعی عقیدہ ہے''۔(مقالات شیر اہلسنت، ص ۱۳۵)

(۴) اہل بدعت کے شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی صاحب متوفی ۱۴۳۱ھ لکھتے ہیں:

''نبی ﷺ کے والدین کو غیر مسلم مانا جائے تو نسبت نبوی میں نقص و عیب لازم آئے گا اور ہمارے حضور ﷺ از ہر جہت عیوب و نقائص سے منزہ و مقدس ہیں''۔(ابوین مصطفی، ص ۱۵)

(۵) مولوی محمد علی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اس طرح رشید احمد گنگوہی نے اپنا نظریہ جو ابن تیمیہ کی اقتداء میں تھا اسے امام صاحب کی طرف منسوب کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی کی ہے''۔

(نور العینین فی ایمان آبای سید الکونین، ص ۳۸۶)

(۶) حزب الاحناف لاہور کے مفتی غلام حسن قادری لکھتا ہے:

''کوئی بڑا ہی پلید اور جہنمی ہوگا جو اپنے آپ کو اور اپنے والدین کو تو جنتی کہے اور ان کو دوزخی کہے جن کے بارے میں فرمایا لقد جاء کم رسول من انفسکم''۔(اٹھارہ تقریریں،ص ۲۸۵)

مزید تحقیق کیلئے میں نے خود مفتی حنیف قریشی صاحب کو ۲۱ مارچ ۲۰۱۷ کو فون کیا تو موصوف فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں پہلے اختلاف کی گنجائش تھی کیونکہ تمام احادیث سامنے نہ تھیں اب جب ایمان ابوین مصطفی ﷺ کی احادیث ہمارے سامنے آ گئی ہیں تو اب اس کے خلاف نظریہ رکھنا کفر ہے۔راقم نے اس پر کہا کہ ملا علی قاری حنفیؒ کے سامنے یہ تمام احادیث موجود تھیں انہوں نے ان احادیث کا باقاعدہ رد لکھا نیز آپ نے اپنی کتاب میں لکھا کہ والدین کو کافر ماننے پر طہارت نسبی باقی نہیں رہتی تو چاہے احادیث سامنے ہوں یا نہ ہوں جب کفر کا قول کرلیا تو طہارت تو باقی نہ رہی یہ حضرات تو منکر طہارت ہو گئے معاذاللہ۔موصوف اس غیر متوقع گرفت پر بالکل سٹپٹا گئے اور بات کرنے سے انکار کردیا اور میری منت سماجت کے باوجود بھی فون کاٹ دیا کہ میں آپ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ اس کے علاوہ مولوی مصطفی رضا خان ابن احمد رضا خان کے خلیفہ مولوی حسن علی رضوی نے بھی کھل کر گستاخی وکفر کے فتوے لگائے ایک نام نہاد مناظر مولوی امجد رضوی نے بھی کہا کہ یہ کھلی گستاخی ہے مگر جب یہی گرفت ان پر کی گئی تو ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا اور فون کاٹ دیا یہ تمام ریکارڈنگ آپ نیٹ پر سن سکتے ہیں۔

پشاور کے بریلوی سیفی مناظر مولوی ایاز باچا نے تو کھل کر کہا کہ بالکل ملا علی قاریؒ نے اس مسئلہ میں عدم ایمان کا قول اختیار کر کے کفر و گستاخی کا ارتکاب کیا جس پر بندے نے کہا کہ یہ صرف ان کا قول نہیں متقدمین تمام علماء کا قول ہے تو فتوی تو پھر پوری امت پر لگے گا تو موصوف کے پاس جواب ندارد۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ملا علی قاریؒ نے اپنے اس نظریہ سے رجوع کرلیا تھا کیونکہ شرح شفاء جلد اول میں وہ علامہ سیوطیؒ کے ان رسائل کے پڑھنے کی تلقین کررہے ہیں جس

میں نبی کریم ﷺ کے والدین کا ایمان ثابت کیا گیا ہے۔ مگر بندہ اسے درست نہیں سمجھتا اس لئے کہ اسی شرح شفاء کی جلد دوم میں وہ کھل کر نبی کریم ﷺ کے عدم ایمان کا قول نقل کرتے ہیں اور اس سلسلے میں اپنے اس رسالے کے پڑھنے اور سیوطی کا رد کرنے کا ذکر کرتے ہیں۔

"قال امامنا فی فقه الاکبر ان والدی رسول الله ﷺ ماتا علی الکفر و قد کتبت فی هذه المسئلة رسالة مستقلة و دفعت فیها ماذکر السیوطی من الادلة علی خلاف ذالک فی رسائله الثلاث"۔

(شرح الشفاء: ۲ / ۷۴۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہمارے امام صاحب نے فقہ اکبر میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کی وفات کفر پر ہوئی اور میں نے اس مسئلہ میں مستقل رسالہ بھی لکھا ہے اور اس میں نے اس میں علامہ سیوطی نے اپنے تین رسائل میں جو اس کے خلاف دلائل دیے ہیں اس کا رد کیا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جب تک ان کو اس مسئلہ کی تحقیق نہیں تھی تو سیوطیؒ کے رسائل پر اعتماد کیا اور جب مسئلہ ان پر کھلا تو بعد والی جلد میں کھل کر اس کا اظہار کر دیا۔

پھر بقول فریق مخالف کفر سے رجوع نہیں تجدید ایمان و تجدید نکاح ہوتا ہے لہذا قاری صاحبؒ تو ماخوذ پھر بھی ہونگے۔ چنانچہ ایاز سیفی اور جامعہ نظامیہ کے شیخ الحدیث مولوی عبدالتواب اچھروی بریلوی ابن مولوی عمر اچھروی بریلوی نے تو کھل کر بندے سے کہا کہ اگر ملا علی قاریؒ نے رجوع نہیں کیا تو کفر و گستاخی کی حالت پر مرے معاذ اللہ۔ لیکن یہ حضرات ذرا ہمت کریں کیونکہ اگر ملا علی قاریؒ نے رجوع کر لیا تھا اور آپ کے فتوے سے وہ بچ گئے تو متقدمین نے تو رجوع نہیں کیا وہ تو پھر بھی آپ کے فتوے کی زد میں ہیں۔

بہر حال ایمان ابوین مصطفی ﷺ ہی کے ضمن میں ایک مسئلہ اور آیا کہ قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد "آزر" کا ذکر ہے جو بنصِ قرآنی مشرک ہیں۔ شیعہ

حضرات چونکہ اپنے آئمہ کے آباواجدادکوالی آدم علیہ السلام مومن وموحد مانتے ہیں اس لئے انہوں نے آزر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہونے کا انکارکیا یہی نظریہ موجودہ دور کے اہل بدعت نے اختیار کیا کہ نبی کریم ﷺ کے تمام آباؤاجداد حضرت آدم علیہ السلام تک مومن موحد باایمان تھے اور چونکہ آزر کافر تھالہذا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدنہیں ہوسکتے بلکہ چچا تھے۔بات اگرصرف یہیں تک رہتی توہمیں اس سے کوئی خاص اختلاف نہ ہوتالیکن برا ہوتعصب کا چونکہ اس باب میں بھی علماء اہل سنت دیو بند چودہ سو سال کے علماءکی پیروی میں اس نظریہ پر تھے کہ آزر ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہیں جن کی موت حالت کفروشرک پر ہوئی لہذا اہل بدعت نے یہاں بھی بغض دیوبند میں افراط کا راستہ اختیارکیااورکھل کرتضلیل،تفسیق وتکفیر کا بازارگرم کیا۔پنڈی کے بدعتی مناظر مفتی حنیف قریشی صاحب نے اس مسئلہ پر پوراایک رسالہ ’’آزرکون تھا؟‘‘ کے نام سے لکھااس کتاب میں استعمال ہونے والی زبان کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

(۱) مولوی امتیاز صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

’’ایک بےلگام بےادب مفتری نے انبیاءکرام علیہم السلام کے نسب کی طہارت پرسرعام طعن کرتے ہوئے کافرومشرک آزر (کتاب میں آذر لکھاہواہے۔ساجد) کوخلاف حقیقت جدالانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کاباپ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی‘‘۔

(آزرکون تھا،ص۹)

(۲) قاری خان محمد قادری لکھتے ہیں:

’’اس سے قبل کچھ بدبخت لوگ انبیاءکرام علیہم الصلوۃ والسلام کی شان میں بےادبی اور گستاخی کیا کرتے تھے اب انہی لوگوں نے انبیاءکرام علیہم الصلوۃ والسلام کے نسبوں میں لعن وطعن شروع کردیا ہےکبھی تو پیارے آقا مصطفی کریم ﷺ کے والدین کریمین طیبین طاہرین کو مشرک کہا جاتا ہے اورکبھی لفظ اب سے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہوئے

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد کو کافر کہا جاتا ہے
"۔(آزر کون تھا، ص ۱۲)

(۳) مفتی حنیف قریشی صاحب لکھتے ہیں:

"ایک دیوبندی مناظر نے اپنے گماشتے کے ذریعے ایک تحریر مولانا عبد الرحمن صاحب آف مانز کیمپ کی وساطت سے میری طرف بھیجی جس میں اپنی پرانی شقاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت ابراہیم کو کافر و مشرک شخص آزر کا بیٹا ثابت کر کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طہارت نسبی پر حملہ کیا گیا اور علمائے کاملین پر طعن و تشنیع کی ناپاک جسارت کی گئی ....میرا مقصود عوام اہلسنت کو اپنے عقیدے پر ثابت قدم رکھنے کی کوشش کرنا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب پاک پر کیئے گئے حملے کا جواب دینا ہے"۔

(آزر کون تھا، ص ۷)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"آزر کو نسب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب پاک کی طہارت برقرار نہیں رہتی"۔(آزر کون تھا، ص ۱۳)

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ ماننے کی صورت میں:

(۱) حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب پاک نہیں رہتا بلکہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد ناپاک ہو جاتا ہے۔

(۲) ایسا شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب میں لعن طعن کر رہا ہے اور اس کے کفر میں کیا شک ہو سکتا ہے؟۔

(۳) اب کے لفظ سے آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ ثابت کرنا لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔

(۴) آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ ماننے والے شقی بد بخت ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بریلوی حضرات کے ان فتووں کی زد میں ایک ہزار صدی کے جلیل القدر آئمہ، محدثین، فقہاء، مفسرین ومورخین آرہے ہیں اور در پردہ یہ پوری امت کی تکفیر ہے کیونکہ جمہور امت کا نظریہ یہی ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہیں اور اسی پر ظاہر قرآن وحدیث ناطق ہے۔ پس ان اکابر کے دفاع کے جذبے اور قریشی صاحب کے پھیلائے گئے دجل وفریب کے تار پور بھکیرنے کیلئے راقم نے قلم اٹھایا کہ کہیں عوام قریشی صاحب کے اس دجل سے متاثر ہر کر امت مسلمہ کی ان جلیل القدر ہستیوں سے سوء ظن میں مبتلا نہ ہوجائیں کہ عوام کالانعام۔

ثانیاً قریشی صاحب کے اس زعم کو بھی ختم کرنا مقصود ہے کہ شاید دیوبندیوں کا یہ نظریہ دعوی بلادلیل ہے موصوف نے جگہ جگہ تعلیاں دکھا کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ پوری امت ان کے موقف کے ساتھ ہے اور ان کے دلائل کے جواب سے علماء حق عاجز ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے اکثر دلائل شیعہ سے سرقہ شدہ ہیں جن کے جوابات موصوف کی پیدائش سے بھی پہلے ان کے بھائیوں کو علماء اہل سنت دے چکے ہیں **البتہ بندہ ناچیز اپنے اکابر کے اعتماد پر یہ بات عرض کرتا ہے کہ میں نے جو موقف اپنی اس کتاب میں دیا ہے اگر فریق مخالف کے کسی صاحب علم میں جرات ہے تو دلائل کی بنیاد پر میرے اس موقف کو غلط اور ماقبل میں ذکر کردہ اپنے فتاوی کو صحیح ثابت کردے۔ صبح قیامت تک کیلئے ان کو مہلت ہے۔** فھل من مبارز۔

نیز میرا یہ رسالہ پڑھ کر قریشی صاحب کی دیانت، امانت، انصاف، خدا خوفی، حوالہ جات میں کتر وبیونت وتحریف کی صفات تامہ کا بھی بخوبی اندازہ ہوجائے گا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ پاک میری اس حقیر کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے، عوام کیلئے اسے نفع بخش اور میرے لئے ذخیرہ آخرت بنادے اور مرتے دم تک علماء اہل حق علماء اہل السنۃ دیوبند کے نظریات پر کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمائیے آمین۔

ساجد خان نقشبندی

۱۱ اپریل ۲۰۱۷
۳ رجب ۱۴۳۸ھ بروز شنبہ
دار العلوم مدنیہ

دلائلِ قرآنیہ

پہلی آیت:

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَاماً اٰلِهَةً، اِنِّیْ اَرَاکَ وَقَوْمَکَ فِیْ ضَلَالٍ مُبِيْنٍ۔

(پارہ نمبر ۷، سورہ انعام، آیت نمبر ۷۴)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو بیشک میں تمھیں اور تمھاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔

(ترجمہ از کنز الایمان، مولوی احمد رضا خان)

شاہد نمبر ۱:

والظاهر انّ آزر اسم ابيه قاله ابن عبّاس والحسن والسّدّی وابن اسحٰق وغيرهم وفی کتب التاريخ أنّ اسمه بالسريانية تارخ... وعلی هذا يکون له اسمان کيعقوب واسرائيل وهو عطف بيان أو بدل۔

(تفسیر البحر المحیط: ۴ / ۱۶۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ظاہر بات یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے والد کا نام ہے، یہ قول حضرت

ابن عبّاسؓ، حضرت حسنؓ، حضرت سدّیؒ، محمّد بن اسحاقؒ اور ان کے علاوہ دیگر کئی اکابر وعلماء کا ہے۔

شاہد نمبر ۲:

قال مجاهد هو اسم صنم فيكون اطلق على أبى ابراهيم عليه السّلام لملازمته عبادته۔ (تفسیر البحر المحیط: ۴/ ۱۶۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آزر دراصل بت کا نام ہے، حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے والد پر اس نام کا اطلاق اس بت کی عبادت کی وجہ سے تھا۔

اس قول میں صرف نام میں اختلاف ہے، اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ ابراہیم علیہ السّلام کے والد بت پرست تھے۔

شاہد نمبر ۳:

قال محمّد بن اسحاق والضحّاک والكلبى آزر اسم أبى ابراهيم وهو تارخ ايضاً مثل اسرائيل ويعقوب۔

(بیضاوی تحت الآیۃ)

ترجمہ: ضحّاک وکلبی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السّلام کے والد کا نام ہے اور ان کا نام تارخ بھی ہے جیسا کہ اسرائیل ویعقوب۔

یعنی جیسے حضرت یعقوب علیہ السّلام کے دو نام تھے، یعقوب واسرائیل، ایسے ہی آزر کے دو نام ہیں آزر اور تارخ۔

شاہد نمبر ۴:

قال سعيد بن المسيّب مجاهد آزر اسم صنمٍ كان والد ابراهيم يعبده وانّما سمّاه بهذا الاسم لأنّ من عبد شيئاً أو أحبّه جعل اسم ذٰلک المعبود أو المحبوب اسماله۔ (تفسیرِ خازن تحت الآیۃ)۔

ترجمہ: سعید ابن مسیّب اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ آزر بت کا نام

ہے، حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے والد اس بت کی عبادت کرتے تھے، ان کو اس نام سے اس لیے موسوم کیا کہ جو کسی کی عبادت کرتا ہے یا کسی سے محبت کرتا ہے تو اس معبود اور اس محبوب کا نام اس عابد اور محبّ کا نام رکھ دیا جاتا ہے۔

توجّہ: حضرت عبداللہ ابن عبّاس رضی اللہ عنہما، حضرت مجاہد، حضرت سعید ابن مسیّب، حضرت حسن، حضرت مقاتل ابن حبّان، حضرت سدّی، ضحّاک رحمۃ اللہ علیہم جیسے جلیل القدر صحابیٔ رسول، تابعینِ عظام، مفسّرینِ کرام اور علمائے اعلام حضرت ابراہیم کے والد کو بت پرست، مشرک کہہ رہے ہیں اور مفتی حنیف قریشی صاحب فتویٰ لگا رہے ہیں کہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کو مشرک، بت پرست کہے وہ گستاخ، نسبِ رسول پر طعن کرنے والا ہے۔ فیصلہ قارئین پر چھوڑتا ہوں کہ یہ فتویٰ کن کن مقدّس ہستیوں پر لگ رہا ہے۔

شاہد نمبر ۵:

ابوحیّان اندلسی متوفّی ۷۴۵ھ لکھتے ہیں:

انّ آزر عمّ ابراهيم وليس اسم أبيه وهو قول الشيعة يزعمون أنّ آباء الانبياء لايكونون كفّارا وظواهر القراٰن تردّ عليهم ولاسيّما محاورة ابراهيم مع أبيه في غير ما اٰية۔ (البحر المحیط: ۴ / ۱۶۹)۔

آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہیں نہ کہ والد یہ قول شیعہ کا ہے جو کہ یہ گمان رکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے آباؤ اجداد کافر نہیں ہوا کرتے اور قرآن پاک کے ظواہر ان کا رد کرتے ہیں (یعنی شیعہ کے اس عقیدہ کا) خاص کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جو اپنے والد کے ساتھ مکالمہ ہوا۔

شاہد نمبر ۶:

والصحيح هو الاوّل ان آزر اسم لابي ابراهيم لانّ اللّٰہ تعالىٰ سمّاه به وما نقل عن النسّابين والمؤرّخين ان اسمه تارح ففيه نظر، لانّهم انّما نقلوه عن اصحاب الاخبار واهل السيَر من اهل الكتاب ولاعبرة بنقلهم و قد اخرج البخاري في

افراده من حديث ابی هريرة رضی الله عنه انّ النبی ﷺ قال يلقى ابراهيم عليه السّلام أباه آزر يوم القيامة وعلى وجهِ آزر قترة و غبرة الحديث۔ فسمّاه النّبی ﷺ آزر ايضا ولم يقل اباه تارخ فثبت بهذا انّ اسمه آزر لا تارخ والله أعلم۔ (خازن تحت الایہ)

اور صحیح پہلا قول ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے کیونکہ اللہ تعالی نے انہیں اسی نام سے مسمی کیا اور رہا نسابیین (نسب بیان کرنے والے) اور تاریخ دانوں کا یہ نقل کرنا کہ ان کا نام تارح تھا تو یہ محل نظر ہے کیونکہ یہ بات انہوں نے صرف اہل کتاب کے اخباریوں اور اہل سیر سے نقل کیا ہے جنکی نقل کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور تحقیق کے ساتھ حضرت امام بخاریؒ نے اپنی منفرد احادیث میں حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے والد آزر کے ساتھ اس حالت میں ملیں گے کہ ان کا چہرہ سیاہ غبار آلود ہوگا (الحدیث) نبی کریم ﷺ نے بھی انہیں آزر کے نام سے موسوم کیا اور یہ نہیں فرمایا کہ ان کے والد کا نام تارخ تھا تو اس سے ثابت ہوگیا کہ ان کا نام آزر ہے نہ کہ تارخ واللہ اعلم۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

والله سبحانه وتعالىٰ يخرج الكافر من المؤمن والمؤمن من الكافر ولا فرق فی ذالک بين الانبياء وغيرهم فانّ الله سبحانه وتعالىٰ اخرج قابيل من صلب آدم عليه السّلام وهو نبیٌ وكان قابيل كافراً واخرج ابراهيم من صلب آزر وهو نبیٌّ وكان آزر كافرًا فكذالک اخرج كنعان وهو كافرٌ من صلب نوح وهو نبیٌّ فهو المتصرّف فی خلقهٖ كيف يشاء۔

(خازن: ۲/ ۴۸۷)

اور اللہ سبحانہ وتعالی کافر کو مومن اور مومن کو کافر کی پشت سے نکالتا ہے اور اس بابت انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر میں کوئی فرق نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے قابیل کو حضرت آدم علیہ

السلام کی صلب سے پیدا کیا جبکہ وہ نبی تھے اور قابیل کافر تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزر کی پشت سے نکالا جبکہ آپ نبی تھے اور آزر کافر تھا اسی طرح کنعان کو بھی جبکہ وہ کافر تھا حضرت نوح علیہ السلام کی پشت سے نکالا جبکہ آپ نبی تھے۔ پس وہ اللہ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہے تصرف کرنے والا ہے۔

شاہد نمبر ۷:

امام فخر الدّین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ذکر المفسّرون فیہ وجوھاً احدھا یُخرج المومن من الکافر کابراھیم من آزر والکافر من المؤمن مثلہ کنعان من نوح علیہ السّلام۔

(تفسیر کبیر: ۸ / ۱۰۔آل عمران آیت ۲۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کافر میں سے مومن کو نکالتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کی پشت سے پیدا ہوئے اور کافر کو مومن سے جیسے کنعان حضرت نوح علیہ السلام سے۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

المقام الاوّل ان اسم والد ابراھیم علیہ السّلام ھو أزرقولھم اجمع النسّابون علی انّ اسمہ کان تارخ فنقول ھذا ضعیف لا نّ ذالک الاجماع انّما حصل لأنّ بعضھم یقلّد بعضا وبالاخرۃ یرجع ذلک الاجماع الی قول الواحد و الاثنین مثل قول وھب وکعب وغیرھما وربما تعلقوا بما یجدونہ من أخبار الیھود والنّصاریٰ ولاعبرۃ بذلک فی مقابلۃ صریح القراٰن، المقام الثّانی سلّمنا انّ اسم کان تارخ ثمّ لنا ھاھنا وجوہٌ:

الوجہ الاوّل: لعلّ والد ابراھیم کان مسمًّی بھٰذین الاسمین فیتحمّل أنْ یقال انّ اسمہ الاعلی کان آزر وجعل تارخ لقباً لہ فاشتھر بھذا اللقب وخفی الاسم فاللہ تعالیٰ ذکرہ بالاسم۔

الوجہ الرّابع: انّ والد ابراھیم علیہ السّلام کان تارخ واٰزر کان عمًّا لہ والعمّ قد یطلق علیہ اسم الأب کما حکی اللّٰہ تعالیٰ عن اولاد یعقوب، وقد اطلقوا

عليه لفظ الاب و كذا ههنا و اعلم ان هذه التكلفات انما يجب المصير اليها لو دل دليل باهر على ان والد ابراهيم ما كان اسمه آزر و هذا الدليل لم يوجد البتة فاى حاجة تحملنا على هذه التاويلات و الدليل القوى على صحة ان الامر على مايدل عليه ظاهره الآية ان اليهود والنصارى والمشركين كانوا فى غاية الحرص على تكذيب الرسول عليه الصلوة و السلام و اظهار بغضه فلو كان هذا النسب كذبا لامتنع فى العادة سكوتهم عن تكذيبه و حيث لم يكذبوه علمنا ان هذا النسب صحيح و الله اعلم۔ (تفسیر کبیر: ۱۳ / ۳۱)

اس مقام پر پہلی بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر ہے ۔اوراہل نسب کا یہ کہنا کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کا نام تارخ تھا تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ اس پر اتفاق اس طرح حاصل ہوا کہ ان میں سے بعض لوگ بعض دیگر کی تقلید کرتے رہے اور آخر میں یہ اجماع و اتفاق حقیقت میں ایک یا دو آدمیوں کے قول کی طرف لوٹ آتی ہے جیسے وہب یا کعب وغیرہما کا قول۔اور بعض دفعہ انہوں نے یہود و نصاریٰ کے اخبار میں سے جو پایا اسی کو لے لیا اور صریح قول قرآن کے مقابلے میں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا نام تارح تھا لیکن یہاں پر بھی کئی وجوہ ہیں پہلی وجہ کہ ممکن ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ان دونوں ناموں سے مسمی ہوتے ہوں پس اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ان کا اصلی نام آزر ہو اور تارخ لقب بن گیا ہو جس سے وہ مشہور ہو گیا ہو۔اوران کا اصلی نام مخفی رہ گیا ہو تو اللہ تعالی نے ان کو ان کے اصلی نام سے ذکر فرما دیا۔چوتھا احتمال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ ہوں اور آزر ان کے چچا ہوں اور چچا پر بھی باپ کا اطلاق کبھی کبھی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے نقل فرمایا ہے اور انہوں نے ان پر والد کا اطلاق کیا تو یہاں پر بھی اسی طرح ہو مگر یاد رہے کہ ان تکلفات کی طرف جانا تب ضروری ہوگا

جب کوئی واضح دلیل اس بات پر دلالت کرے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہیں تھا اور ایسی کوئی دلیل موجود نہیں تو ہمیں ان تاویلات و تکلفات کی کیا ضرورت؟ اور اس بات پر دلیل کہ معاملہ وہی ہے جس پر آیت کا ظاہر دلالت کرتا ہے یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب اور ان کے ساتھ بغض کے اظہار میں بہت حرص رکھتے تھے پس اگر یہ نسب جھوٹا ہوتا تو عادتاً ان لوگوں کا اس بات کی تکذیب سے چپ رہنا محال ہوتا اور جب انہوں نے اس کی تکذیب نہیں کی تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ یہ نسب درست ہے واللہ اعلم۔

شاہد نمبر ۸:

علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں:

''و اذا قال ابراھیم لابیہ آزر ھو اسم او لقبہ لانہ خلاف بین النسابیین ان اسم ابیہ تارح وھو عطف بیان لابیہ وزنہ فاعل''۔

(مدارک:۱/ ۵۱۵،قدیمی کتب خانہ)

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے والد آزر کو یہ آزر ان کا نام یا لقب ہے کیونکہ اس میں اہل نساب کو اختلاف ہے کہ ان کے والد کا نام تارح ہے اور یہ آزر ابیہ کیلئے ترکیبی اعتبار سے عطف بیان بن رہا ہے فاعل کے وزن پر۔

شاہد نمبر ۹:

وھو ابراھیم بن تارخ و اسم تارخ آزر (تفسیر قرطبی)

اور وہ ابراہیم بن تارخ اور تارخ کا اصلی نام آزر ہے۔

شاہد نمبر ۱۰:

لابیہ آزر ای موبخالہ علی عبادۃ الاصنام فان ذالک ممایبکتھم و آزر عطف بیان لابیہ و ھو تارخ بفح الرآو سکون الحاء المھلۃ علمان لاب ابراھیم کا سرائیل و یعقوب او آزر لقبہ و تارخ اسم لہ۔ ثم اعلم ان عبادۃ الاصنام کفر

فدلت الایۃ علی ان آزر کان کافراً و ذالک لا یقدح فی شان نسب نبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔

(روح البیان: ۳/ ۵۴۰)

اپنے والد آزر کو یعنی کہا ان کو بتوں کی عبادت پر ملامت کرتے ہوئے یہ بات ان کی سرزنش کرتی ہے اور آزر لابیہ کیلئے عطف بیان ہے اور وہ تارخ ہے راء کے فتحہ اور حاء مہملہ کے سکون کے ساتھ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے دو نام ہیں جیسے اسرائیل اور یعقوب (یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بھی دو نام ہیں) اور یا آزر ان کا لقب اور تارح ان کا نام ہے پھر یہ بات بھی سمجھ لو کہ جب بتوں کی عبادت کفر ہے تو یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ آزر کافر تھا اور یہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے نسب مبارک کی شان میں کسی قسم کے نقص وعیب کا باعث نہیں بن سکتی۔

نوٹ: مفتی صاحب کا سارا زور ہی اسی بات پر ہے کہ آزر کو اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد مان لیں تو اس سے نبی کریم ﷺ کے نسب پر معاذ اللہ حرف آئے گا اس میں عیب و نقص آئے گا مگر فریق مخالف کے ممدوح صاحبِ روح البیان فرما رہے ہیں کہ ایسی کوئی بات نہیں۔

شاہد نمبر ۱۱:

امام شافعیؒ فرماتے ہیں :

و نادی نوح ابنه و کان فی معزل یا بنی ارکب معنا و قال عزوجل و اذ قال ابراهیم لابیه آذر فنسب ابراهیم الی ابیه و ابوه کافر و نسب ابن نوح الی ابیه نوح و ابنه کافر (تفسیر شافعی: ۲/ ۳۱۵)

اللہ نے نسبت کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان کے والد کی طرف دراں حالیکہ ان کے والد کافر تھے اور نوح کی نسبت کی ان کے بیٹے کی طرف دراں حالیکہ وہ کافر تھا۔

شاہد نمبر ۱۲:

اسی آیت کی تفسیر میں علامہ ماوردیؒ متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں :

فان قیل فکیف یصح من ابراھیم و ھو نبی سب اباہ؟ قیل لانہ سبہ بتضییعہ حق اللہ تعالی و حق الوالد یسقط فی تضییع حق اللہ

(النکت والعیون: ۲ / ۱۳۳)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ کیسے درست ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام باوجود نبی ہونے کے اپنے والد کو برا بھلا کہہ رہے ہیں تو جواب دیا جایے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ برا بھلا کہنا بوجہ حق اللہ کے ہے اور والد کا حق اللہ کے حق کے مقابلے میں ساقط ہوجاتا ہے۔

شاہد نمبر ۱۳:

علامہ محمد جریر طبریؒ فرماتے ہیں :

فاولی القولین بالصواب منھما عندی قول من قال ھوا اسم ابیہ لان اللہ تعالیٰ اخبر انہ ابوہ و ھو القول المحفوظ من قول اھل العلم دون القول الآخر الذی زعم قائلہ انہ نعت فان قال قائل فان اھل الانساب انماینسبون ابراھیم الی تارخ فکیف یکون آزر اسمالہ والمعروف بہ من الاسم تارخ قیل لہ غیر محال ان یکون لہ اسمان کما لکثیر من الناس فی دھرنا و کان ذالک فیما مضی لکثیر منھم ۔وجائز ان یکون لقباً لہ و اللہ تعالیٰ اعلم (تفسیر طبری: ۹ / ۳۴۵۔۳۴۶ القاہرہ)

دونوں اقوال میں سے صحیح تر قول میرے نزدیک ان کا ہے جو کہتے ہیں کہ آزر ان کے والد کا نام ہے اسی لئے کہ اللہ نے اس کی خبر دی کہ آزر ان کے والد ہیں۔اور یہی اہل علم کا محفوظ قول ہے نہ کہ وہ قول جس میں قائل نے یہ گمان کیا ہے کہ یہ ان کا وصف ہے۔اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اہل نساب نے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت کی ہے تارخ کی طرف تو ان کا نام آزر کیسے ہوسکتا ہے؟ جبکہ ان کا معروف نام تو آزر ہے۔تو اس کا جواب ہے کہ یہ کوئی محال بات تو نہیں کہ ایک ہی آدمی کے دو نام ہوں جیسا کہ ہمارے زمانے میں

بہت سے لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ ہے اور یہی حال ماضی کے لوگوں کا تھا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تارخ ان کا لقب ہو۔

شاہد نمبر ۱۴:

محمد بن خطیب شربینیؒ متوفی ۹۷۷ھ فرماتے ہیں :

قال مجاهد آذر اسم ابی ابراهیم و هو تارخ ضبطه بعضهم بالحاء المهملة و بعضهم بالخاء المعجمة و قال البخاری فی تاریخه الکبیر ابراهیم بن آزر و هو فی التوراة تارخ فعلی هذا یکون لابی ابراهیم اسمان آزر و تارخ مثل یعقوب و اسرائیل اسمان لرجل واحد فیحتمل ان یکون اسمه آزر و تارخ لقب له و بالعکس

(السراج المنیر :۱/ ۴۲۹۔ مکتبہ بولاق قاہرہ)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر ہے اور یہی تارخ ہے بعض نے اس کو خا سے پڑھا بعض نے حا کے ساتھ اور امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں کہا ہے کہ ابراہیم بن آزر اور اور تورات میں اس کو تارخ بتایا گیا ہے...... پس اس صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے دو نام ہوئے آزر اور تارخ جیسے یعقوب و اسرائیل ایک ہی ذات کے دو نام ہیں پس ممکن ہے کہ آزر انکا نام ہو اور تارخ لقب یا تارخ نام ہو اور آزر لقب۔

شاہد ۱۵:

ابو حفص سراج الدین دمشقیؒ متوفی ۷۷۵ھ فرماتے ہیں :

یاآذر و علی قراة لابیه آزرُ بالضم انی ارک و قومک فی ضلال مبین مخاطبه بالاسم و هو ایذاء له ثم نسبه و نسب قومه الی الضلال و هو اعظم انواع الایذاء فالجواب ان قوله تعالیٰ و قضی ربک الاتعبدوا الا ایاه و بالوالدین احسانا یدل علی ان حق الله متقدم علی حق الوالدین فاقدام ابراهیم صلوات الله و

سلامہ علیہ علی ذالک الایذاء انما کان تقدیماً لحق اللہ تعالیٰ علی حق الابوین۔

(اللباب:۱۲/ ۲۵۹)

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے والد کو ان کے نام کے ساتھ پکارا اور پھر ان کو اور ان کی قوم کو گمراہی کی طرف منسوب کیا یہ تو ایک طرح سے بہت بڑی ایذا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں ہے کہ **و قضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا** آیا ہے پس یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کا حق والدین کے حق پر مقدم ہے (کیونکہ آیت میں والدین کے حق سے پہلے اللہ کا حق ذکر ہے) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ اقدام بوجہ اللہ کے حق کے مقدم ہونے کے تھا والدین کے حق پر۔

شاہد نمبر ۱۶:

امام ابومنصور ماتریدیؒ متوفی ۳۳۳ھ کی طرف منسوب تفسیر میں لکھتے ہیں:

قیل ھو اسم ابی ابراھیم علیہ السلام۔ و فیہ دلالۃ ان لا باس للرجل ان یشتم اباہ لمکان ربہ لان ابراھیم علیہ السلام سماہ ضالاً

(تاویلات اھل السنۃ)

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے اور اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ اللہ کے حق کی وجہ سے آدمی اپنے والد کو برا بھلا کہہ سکتا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو گمراہ کہا (بوجہ حق اللہ کے)

شاہد نمبر ۱۷:

امام مجدالدین فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ حضرت ابراھیمؑ کی پیدائش کا ذکر تاریخ دمشق کے حوالے سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

و فی التاریخ المذکور ان ابا ابراھیم آزر کان من اھل حران و ان ام ابراھیم اسمھا بونا و قیل نونا۔

(بصائر ذوی التمیز فی لطائف الکتاب العزیز:۶ / ۴۳ مطبوعہ قاہرہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا جو کہ حران سے تعلق رکھتے اور ان کی

والدہ کا نام بونا یا نونا تھا۔

شاہد نمبر ۱۸:

امام ابن کثیرؒ متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں :

قال الضحاک ابن عباس ان ابا ابراھیم لم یکن اسمه آزر وانما کان اسمه تارح رواه ابن ابی حاتم و قال ایضاً حدثنا احمد بن عمرو بن ابی عاصم النبیل حدثنا ابی حدثنا ابو عاصم شبیب حدثنا عکرمه عن ابن عباس فی قوله و اذقال ابراھیم لابیه آزر یعنی بآزر الصنم و ابو ابراھیم اسمه تارح وامه اسمها ثانی وامراته اسمها مارة و ام اسمعیل اسمها هاجر وھی سریة ابراھیم و ھذا قال غیر واحد من علماء النسب ان اسمه تارح و قال مجاھد و السدی آزر اسم صنم قلت کانه غلب علیه آذر لخدمته ذالک الصنم فالله اعلم و قال ابن جریر و قال آخرون ھو سب و عیب بکلامھم و معناه معلوج و لم یسنده و لا حکاه عن احد و قد قال ابن ابی حاتم ذکر عن معتمر بن سلمان سمعت ابی یقرأ و اذقال ابراھیم لابیه آذر قال بلغنی انها اعوج وانها اشد کلمة قالها ابراھیم علیه السلام ثم قال ابن جریر و الصواب ان اسم ابیه آذر ثم اورد علی نفسه قول النسابین ان اسمه تارح ثم اجاب بانه قدیکون له اسمان کما یکثر من الناس اویکون احدھما لقبا و ھذا لذی قاله جید قوی والله اعلم۔

(تفسیر ابن کثیر: ۳/۲۸۸۔۲۸۹)

حضرت ضحاک حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہیں تھا بلکہ تارخ تھا حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ آزر سے مراد بت ہے۔ ابراھیمؑ کے باپ کا نام تو تارخ تھا اور ماں کا نام ثانی اور بیوی کا نام سارہ تھا اور حضرت اسمعیل علیہ السلام کی ماں کا نام جو ابراھیم علیہ السلام کی کنیز تھیں ہاجرہ تھا۔ علماء نسب میں سے اکثر کا یہی قول ہے کہ آزر نام تھا

ایک بت کا۔ چونکہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کے والد اس بت کے خادم اور پجاری تھے اس لیے یہی نام ان پر غالب آ گیا۔ ابن جریر وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ طریق کلام ان لوگوں کی گفتگو میں ایک عیب کی بات اور ناروا کلام سمجھا جاتا تھا اس لفظ آزر کے معنی ہیں ٹیڑھا لیکن کسی سے اس کی روایت پیش نہیں کی اور نہ کسی سے اس کو منسوب کیا۔ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ وہ آزر کے معنی اعوج یعنی ٹیڑھا بتاتے تھے اور یہ ایک سخت کلمہ ہے جس کو ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ درست تو یہ ہے کہ ان کے باپ کا نام آزر تھا پھر نسب جاننے والوں کا اعتراض پیش کر کے کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا پھر اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ دو نام ہوں جیسا کہ اکثر لوگوں کے ہوتے ہیں ایک نام لقب اور عرف کے طور پر۔ یہ ایک جید وجہ (توجیہ) ہو سکتی ہے۔

شاہد نمبر ۱۹:

ملا علی قاری حنفیؒ علامہ سیوطیؒ پر رد کرے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم اعلم ان ما اختاره الفخر الرازی و تبعه السیوطی فی ان ابا ابراھیم علیه السلام لم یکن کافرا فساد عظیم فی الدین و تشکیک بعقیدة ارباب الیقین و ان کان کل واحد منهما یدعی انه من المجددین بل یصح ان یقال انهما من المحدثین لما ورد انه من احدث فی امرنا مالیس منه فهو رد۔

(ادلۃ معتقد ابی حنیفۃ، ص ۱۳۴)

پھر یہ بات سمجھ لو کہ امام فخر الدین رازی نے جو اختیار فرمایا ہے اور اس میں ان کی اتباع میں سیوطی نے کی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر نہیں تھے یہ دین میں بہت بڑا فساد اور ارباب یقین کے عقیدے میں شک پیدا کرنا ہے اگرچہ ان میں سے ہر ایک کا دعوی ہے کہ وہ مجددین میں سے ہے بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ دونوں محدثین میں سے ہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ جس نے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی تو وہ مردود ہے۔

تنبیه: یاد رہے کہ امام فخر الدین رازیؒ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر کو

بت پرست مانتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو بھی مسلمان نہیں مانتے جیسا کہ ماقبل میں گزرا اور مزید تفصیل آرہی ہے۔امام رازیؒ نے انبیاء علیہم السلام کے تمام آباؤ اجداد کے مسلمان ہونے کا عقیدہ شیعوں کی طرف منسوب کیا ہے اور پھر اس پر شیعہ کے دلائل ذکر کئے ہیں اور ان کا رد بھی کیا ہے۔سیوطی نے ان شیعی دلائل کو امام رازی کا موقف سمجھتے ہوئے ان کی طرف منسوب کر دیا ملا علی قاریؒ نے بھی سیوطی کی نقل پر اعتماد کیا جبکہ حقیقت میں امام رازی اس الزام سے بری ہیں۔

مفتی حنیف قریشی صاحب کی تاویلات

مفتی حنیف قریشی صاحب نے اس آیت کی تاویل کرتے ہوئے لکھا کہ آیت میں ''اب'' سے مراد ''چچا'' ہے اور اَب پر چچا کا اطلاق شائع ہے سورہ بقرہ آیت ۱۳۳/

اَمْ کُنْتُمْ شُھَدَآئَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِیْہِ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰھَکَ وَ اِلٰہَ اٰبَائِکَ اِبْرَاھِیْمَ وَ اِسْمَاعِیْلَ وَ اِسْحَاقَ...... یعقوب علیہ السلام حضرت اسحٰق بن ابراہیم علیہما السلام کے بیٹے ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے چچا (تایا) اور ابراہیم علیہ السلام آپ کے دادا تھے ان سب یعنی: باپ، چچا، دادا پر لفظ ''اب'' کا اطلاق ہوا۔

محمد بن کعب قرضی فرماتے ہیں کہ ماموں اور چچا بھی ''اب'' ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں آدمی کا چچا اس کی باپ کی جگہ پر ہوتا ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے کو ''ابی'' کہہ کر پکارا۔

الحادی للفتاویٰ میں ہے کہ لفظ چچا پر اب کا اطلاق حضور صلی الہ علیہ وسلم کے دور میں عام ہوتا تھا۔اس تفصیل کے بعد معلوم ہوا کہ لفظ اب کا اطلاق والد کے علاوہ ''چچا، ماموں، دادا، نانا'' پر بھی ہوتا ہے لہٰذا آیت مذکورہ میں لفظ ''اب'' کا معنی چچا ہے نہ کہ والد۔

(ملخصا آزر کون تھا۔ص ۳۹ تا ۴۱)

الجواب بعون الوھاب:

مفتی صاحب کی اس بات سے تو ہمیں کوئی اختلاف نہیں کہ ''اب'' کا اطلاق ''عم'' پر بھی ہوتا ہے۔لیکن ظاہر ہے کہ چچا پر باپ کا اطلاق یہ مجازی ہے۔اب کے حقیقی معنی ''نسبی باپ'' ہی ہے۔حقیقت سے عدول کر کے مجاز کی طرف جانا بغیر دلیل وقرینہ صارفہ کے جائز نہیں اور آیت مذکورہ میں ''اب'' کو مجازی معنی یعنی ''چچا'' کے معنی میں لینے پر کوئی دلیل موجود نہیں بلکہ اسکے خلاف دلائل ہیں۔

اولاً : جن علماء امت ومفسرین کے اقوال ہم نے ماقبل میں نقل کئے ان میں سے کسی نے بھی آزر کو حضرت ابراھیم علیہ السلام کا چچا نہیں کہا ورنہ ظاہر ہے کہ تفسیر میں اس اہم نکتے کو واضح کرتے خاص کر جب بقول مخالفین مسئلہ بھی اعتقادی اور ناموس رسالت کا ہو۔ ان مفسرین میں یہ اختلاف تو ہے کہ آزر حضرت ابراھیم علیہ السلام کے والد کا نام تھا، یا لقب، یا بت کا نام تھا؟ مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کے والد بت پرست تھے۔لہٰذا جمہور امت کو چھوڑ کر ایک علامہ سیوطی شافعیؒ کے قول پر عمل کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟اور اس کی بنیاد پر پوری امت کو گستاخ قرار دینا کہاں کا انصاف ہے؟

ثالثاً : ملا علی قاری حنفیؒ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

و لا یخفی مع معارضة کلامه لما سبق من الکتاب و السنة و اتفاق الائمة و ماھو صریح فی صحیح مسلم من کلام صاحب النبوة انه قال تعالٰی فی کلامه القدیم مایدل علی کفر ابی ابراھیم و الاصل فی حمل الکلام علی الحقیقة و لا یعدل عنه الی المجاز الاحال الضرورة عنددلیل صریح و نقل صحیح یضطر منه الی ارتکاب المجاز فمجرد قول اخباری تاریخی یھودی او نصرانی کما عبر عنه بقیل ان آزر لم یکن والد ابراھیم علیه السلام بل کان عمه کیف یعدل عن آیات مصرحة فیھا اثبات الابوة

(ادلۃ معتقد ابی حنیفۃ فی ابوی الرسول: ص ۱۱۰۔۱۱۱)

اور یہ بات مخفی نہیں ہے ساتھ اس کے کہ ان کا کلام (یعنی اب سے مراد چچا لینا) کتاب وسنت اور اتفاق ائمہ کے ساتھ بھی ٹکرار رہا ہے جو گزر چکا ہے اور صحیح مسلم میں صاحب نبوت کے صریح کلام کے ساتھ بھی کہ اللہ تعالی نے اپنے قدیم کلام میں جو فرمایا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے کفر پر دلالت کرتا ہے اور اصل یہ ہے کہ کلام کو حقیقت پر محمول کیا جائے مجاز کی طرف عدول نہ کیا جائے مگر ضرورت کے وقت جبکہ صریح دلیل اور نقل صحیح موجود ہو جس سے مجاز کی طرف جانا مجبوری بن جائے۔ پس (یہاں) محض کسی اخباری تاریخی یہودی یا نصرانی کے قول سے کہ جسے قیل سے تعبیر کیا گیا ہے (جو قول ضعیف پر دلالت کرتا ہے) کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ تھے کس طرح صریح آیات سے عدول کیا جا سکتا ہے جن میں ان کی ابوت یعنی آزر کے والد ابراہیم ہونے کا اثبات ہے؟۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :

وبیانه ان المسلمین من اهل الشرق و الغرب اجمعین یقرؤون القرآن العظیم ویتلون الفرقان الکریم فاذ راؤ فیه نصاً علی انتساب الکفرالی ابی ابراهیم علیه التحیة والتسلیم فهم یومنون و یعتقدون ذالک حیث لم یکن صارف عن حمله علی الحقیقة هنالک ولا یدرون ان اخباریا یهودیا او انصرانیا ذکر ان المراد بابیه عمه قاصداً بذالک الطعن فی و دین النبی ﷺ و کتاب ربه۔فهل یحکم ببطلان هذاالقول الذی هو مخالف لظاهر الکتاب و معارض لما قدمناه فی هذاالباب او یحکم بفساد اعتقاد جمیع المسلمین من اهل البر والجر اجمعین۔

(ادلۃ معتقد ابی حنیفہ: ص ۱۳۴ ـ ۱۳۵)

اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ اہل مشرق ومغرب کے تمام مسلمان قرآن عظیم پڑھتے ہیں اور فرقان کریم کی تلاوت کرتے ہیں پس جب اس میں وہ ایسی نص دیکھتے ہیں کہ جس

میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کی طرف کفر کی نسبت کی گئی ہے تو وہ اسی پر ایمان لاتے ہیں اور اسی پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہاں (اس) حقیقت سے پھرنے کا کوئی قرینہ صارفہ موجود نہیں اور وہ یہ کبھی نہیں جانتے کہ کسی یہودی نصرانی تاریخ داں نے ان کے والد سے مراد چچا لیا ہے۔ مراد ان کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین میں اور ان کے رب کی کتاب میں طعن کرنا ہوتا ہے۔ تو کیا (ہی اچھا ہے) کہ ایسے قول کے باطل ہونے کا فیصلہ کیا جائے جو ظاہر قرآن اور اس سب کے بالکل معارض ہے جو اس باب میں ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے (یعنی چچا کہنا قرآن وحدیث کے ظاہر کے بالکل خلاف ہے یا تو اس کا فیصلہ کرلو) یا (پھر) خشک وتر کے تمام مسلمانوں کے اعتقاد کے فساد کا فیصلہ اور حکم صادر کر دیا جائے (کیونکہ وہ تو والد ہی مانتے ہیں نہ کہ چچا اور بقول آپ کے یہ گستاخی وکفر ہے تو کیا عرب وعجم کے تمام مسلمانوں معاذ اللہ گستاخ ہیں؟)

مفتی حنیف قریشی صاحب نے علامہ سیوطیؒ کی اتباع میں ''اب'' کو ''عم'' پر محمول کرنے کے لیے جو دلائل ونظائر دیے ہیں ان کا جواب دیتے ہوئے ملا علی قاری حنفیؒ لکھتے ہیں :

قلت هذه طنطنة مضرية ليس تحتهافائدة قوية اذ نفس الآية الشريفة يستفاد منها عند كل عاقل للانباء انه لايصح اطلاق جمع الآباء حقيقة بالنسبة الى واحد من الابناء لا شرعاً ولا عرفاً على عموم المجاز بان يقال المراد بالآباء الاسلاف كما قاله الائمة الحنفية اوعلى استعمال اللفظ بالاشتراک بين الحقيقة والمجاز كما اختاره الشافعية فاذا عرفت ذالک فهل ترى ان تكون هذه الآية نظيرا لآيات الدالة على ان المراد بابى ابراهيم ابوه حقيقة ولايصح انه اراد عمه مجازاً حيث لادليل من جهة العقل الصريح ولامن طريقة النقل الصحيح مايصلح ان يكون مانعاًمن ارادة الحقيقة وباعثاًعلى قصدا المجاز؟

(ادلۃ معتقد ابی حنیفۃ ص: ۱۳۶۔ ۱۳۷)

میں کہتا ہوں کہ یہ نری فضول بات ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ آیت شریفہ سے خودبخود یہ بات ہر عاقل پر واضح ہوجاتی ہے کہ تمام آباء کا حقیقۃ بیٹوں میں سے کسی ایک کی نسبت کا کرنا درست نہیں۔ نہ شرعا نہ عرفا اور نہ ہی عموم مجاز کے طریق پر جیسا کہ آئمہ احناف کا مذہب ہے کہ کہا جائے کہ آباء سے مراد اسلاف ہیں اور نہ لفظ کو حقیقت ومجاز کے درمیان مشترک مان کر جیسا کہ شوافع کا مختار کردہ قول ہے پس جب آپ نے یہ سمجھ لیا تو کیا آپ کو یہ آیت ان آیات کی طرح نظر آسکتی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کو ان کے حقیقی والد ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اور یہ بھی درست نہیں کہ ان سے ان کا چچا مجازا مراد ہے کیونکہ نہ عقل صریح نہ نقل صحیح کے طریق سے کوئی ایسی دلیل موجود ہے جو حقیقت مراد لینے سے مانع ہے اور مجاز مراد لینے کے باعث کی صلاحیت رکھتا ہو۔

یعنی یہ محض تحکم وسینہ زوری ہے کہ آیت میں اب کے حقیقی معنی یعنی والد کو چھوڑ کر مجازی معنی یعنی چچا مراد لیا جائے جب اس پر کوئی نقلی وعقلی دلیل ہی موجود نہیں تو قرآن کو اس کے ظاہر سے پھیرنا جائز نہیں۔

امام رازیؒ متوفی ۶۰۳ھ اس تاویل کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

و اعلم ان هذه التكلفات انمايجب المصير اليها لو دل دليل باهر على ان والد ابراهيم ما كان اسمه آزر و هذا لدليل لم يو جد التبة فاى حاجة تحملنا على هذه التاويلات و الدليل القوى على صحة ان الا مر على مايدل عليه ظاهر هذه الآية ان اليهود و النصارى و المشركين كانوا فى غاية الحرص على تكذيب الرسول عليه الصلوة و السلام و اظهار بغضه فلو كان هذا نسب كذِبا لا متنع فى العادة سكوتهم عن تكذيبه و حيث لم يكذبوه علمنا ان هذ النسب صحيح و الله علم۔

(تفسیر کبیر: ۱۳ / ۴۰)

اور جان لو کہ ان سب تکلفات کی طرف جانا تب ضروری ہوتا جب کوئی دلیل ایسی واضح ہوتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہیں۔ اور ایسی کوئی دلیل قطعا

نہیں پائی جاتی۔ تو ہمیں ایسی تاویلات کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اس بات پر قوی دلیل کہ حقیقت وہی ہے جس پر ظاہر آیت دلالت کررہی ہے (یعنی آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہی ہیں) یہ ہے کہ یہود ونصاری اور مشرکین رسول اللہ ﷺ کی تکذیب اور ان کے ساتھ بغض کے اظہار میں بہت زیادہ حرص رکھتے تھے پس اگر یہ نسب جھوٹا ہوتا (یعنی والد نہ ہوتے) تو عادتا ان کا اس معاملے میں یعنی آپ ﷺ کی تکذیب سے خاموش رہنا محال تھا پس جب انہوں نے تکذیب نہیں کی تو ہم نے جان لیا کہ یہ نسب درست ہے۔

غور فرمائیں! اکابر امت کس وضاحت سے فرمارہے ہیں کہ قرآن کی یہ آیت اپنے ظاہر پر محمول ہے اور بدون دلیل شرعی اس سے عدول جائز نہیں۔ اب کو عم پر محمول کرنا مجازی معنی ہے اور اس پر کوئی دلیل موجود نہیں ملا علی قاریؒ تو یہاں تک فرما گئے کہ امت مسلمہ جب سے قرآن پڑھ رہی ہے اب سے مراد باپ ہی لیتی ہے اور کسی کا ذہن چچا کی طرف نہیں گیا اب غور فرمائیں جس مدعا پر سرے سے کوئی دلیل ہی نہیں اس بنیاد پر لاکھوں کروڑوں مسلمان کی تکفیر وتفسیق کرنا اور انہیں معاذ اللہ نسب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور قرار دینا کہاں کا انصاف ہے؟۔

دوسری دلیل :

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُوْلِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ" حَلِيْمٌ"

(سورہ توبہ آیت ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ پارہ نمبر ۱۰)

ترجمہ: نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کی بخشش چاہے اگر چہ وہ رشتہ ار ہوں جبکہ انہیں کھل چکا کہ وہ دوزخی ہیں اور ابراھیم کا اپنے باپ کی بخشش چاہنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدہ کے سبب جو اس سے کر چکا تھا پھر جب ابراہیم کو کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اس

سے تنکا توڑ دیا بے شک ابراہیم ضرور بہت آہیں کرنے والا متحمل ہے۔(کنزالایمان)

مفسرین کے اقوال

(۱) مفسرین فرماتے ہیں:

ذکر انه حین اتضحت له عداوة لله تبرا منه ابراهیم والموعدة التی وعدها ابراهیم اباه فی قوله ساستغفرک لک ربی و قوله لاستغفرن لک والضمیر الفاعل فی وعدها عائد علی ابراهیم و کان ابوه بقید الحیاة فکان یرجوا ایمانه فلما تبین له من جهة الوحی من الله انه عدوا لله و انه یموت کافراً و انقطع رجاءه منه تبرأمنه و قطع استغفاره۔

(البحرالمحیط:۵/ ۵۱۳، تفسیر بغوی:۴/ ۱۰۱، بیضاوی: ۳/ ۱۰۰، خازن:۳/ ۱۵۴، تفسیر قرطبی:۸/ ۲۷۴)

(مفہومی ترجمہ) اس آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آزر کے دشمن خدا ہونے کا معاملہ واضح ہوا تو آپ نے ان سے برات کرلیا۔اور رہی بات اپنے والد کیلئے استغفار کرنے کی تو جب تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد حیات تھے تو آپ علیہ السلام کو ان کے ایمان کی امید تھی لیکن جب وحی الٰہی کے ذریعہ آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کے دشمن ہیں اور کفر پر ہی ان کی موت ہوگی اور اس ایمان کی امید منقطع ہوگئی تو آپ نے اس سے برات کا اعلان کیا اور ان کیلئے استغفار کو ترک کردیا۔

(۲) علامہ رازیؒ فرماتے ہیں:

منعه اللّٰه تعالیٰ من الاستغفار لابیه الکافر

(تفسیر کبیر:۱۶/ ۱۵۷)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو اپنے کافر باپ کے لیے استغفار کرنے سے

منع کر دیا۔

علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں :

ای وعدہ ابوہ ایاہ ان یسلم اوھو وعدہ اباہ ان بستغفر وھو قولہ لاستغفرلک دلیلہ قرأۃ الحسن وعدھا اباہ و معنی استغفارہ سوالہ المغفرۃ لہ بعد ما اسلم او سوالہ اعطاء الاسلام الذی بہ یغفر لہ فلماتبین من جھۃ الوحی لہ لابراھیم انہ عدوا للہ بان یموت کافرا و انقطع رجاءہ و عنہ تبرأ منہ و قطع استغفارہ

(مدارک ج:۱ / ۷۱۳)

ان کے والد نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ اسلام لے آئے گا اسی پر حضرت ابراھیمؑ نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے والد کیلئے استغفار کریں گے جیسا اس ارشاد میں ہے لاستغفرلک اس کی دلیل حضرت حسنؒ کی قرأت وعدھا اباہ ہے استغفار کا معنی مغفرت کا سوال کرنا اسلام لانے کے بعد یا اللہ تعالیٰ سے ان کے اسلام لانے کی دعا کرنا جوکہ مغفرت کا سبب ہے پھر ان پر جب بات ظاہر ہوگئی وحی کے ذریعہ کہ ان کا والد اللہ کا دشمن ہے کافر مرے گا تو ان کی امید منقطع ہوگئی تو ان سے بالکل لاتعلق ہوگئے اور استغفار منقطع کر دیا۔

کم وبیش یہی بات علامہ ماوردی نے (تفسیر نکت وعیون: ج ۲ / ۴۱۰) اور تفسیر ابوسعود: ۴ / ۱۰۷ میں بھی موجود ہے۔

علامہ جریر طبریؒ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ جب تک حضرت ابراھیم علیہ السلام کے والد زندہ تھے ان کے لئے استغفار کرتے جب کفر پر موت ہوئی تو استغفار سے رک گئے۔ یہی بات حضرت مجاہدؒ، عمرو بن دینارؒ، ضحاکؒ، قتادہؒ سے منقول ہے جس کو طبری نے اپنی سند کیساتھ ذکر کیا۔ (جامع البیان: ۱۴ / ۵۱۱)

ابو حفص سراج الدین دمشقی متوفی ۷۷۵ھ لکھتے ہیں کہ :

ان نص الکتاب یدل علی ان آزر کان کافراً وانہ والد ابراھیم و قال تعالیٰ و

ما کان استغفار ابراهیم لابیه الاعن موعدة و عدها ایاه فلماتبین له انه عدوا لله تبرامنه (اللباب فی علم الکتاب: ۸ / ۲۳۴ دار الکتب العلمیہ)

قرآن کریم کی نص اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ آزر جو کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کے والد ہیں کافر تھے جیسا کہ اس آیت میں بیان کیا گیا کہ ما کان استغفار الایۃ۔

دلیل نمبر ۳:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اَنَا برٰٓءُ مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَاَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ

(سورۃ الممتحنۃ آیت ۴۔ پارہ ۲۸)

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے اچھی پیروی تھی ابراہیم اوراس کے ساتھ والوں میں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اور جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر ہوگئی ہمیشہ کیلئے جب تک ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں ضرور تیری مغفرت چاہوں گا اور میں اللہ کے سامنے تیرے کسی نفع کا مالک نہیں۔ (کنزالایمان)

علامہ بغویؒ لکھتے ہیں:

یعنی لکم اسوة حسنة فی ابراهیم و اموره الافی استغفار لابیه المشرک فان ابراهیم علیه الصلاة و السلام کان قد قال لابیه لاستغفرک لک ثم تبرأمنه۔

(تفسیر بغوی: ۸ / ۹۴ دار الطیبہ الریاض)

یعنی تمہارے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت بہترین نمونہ ہے تمام امور میں سوائے ان کا اپنے مشرک والد کیلئے دعائے استغفار کرنے کے (یعنی اس معاملے میں

ان کی پیروی نہ کی جائے)۔

علامہ بیضاویؒ لکھتے ہیں :

لک استثناء من قوله اسوة حسنة فان استغفاره لابيه الكا فرليس ممالينبغي ان ياتسوابه (بیضاویؒ:۵ / ۲۰۵)

لک استثناء ہے اللہ کے قول اسوۃ حسنۃ سے پس اپنے کافر والد کیلئے استغفار کرنا یہ مناسب نہیں ہے کہ ان کے اس طرز کی پیروی کی جائے۔

علامہ خازنؒ لکھتے ہیں :

يعنى ان ابراهيم ليس بقدوة فى هذاالاستغفار لانه انمااستغفر لابيه وهو مشرك (خازن: ۳ / ۱۵۵)

علامہ جریر طبریؒ نے سند کے ساتھ حضرت مجاہدؒ، قتادہؒ سے نقل کیا کہ تمام امور میں حضرت ابراھیمؑ کی سیرت کی پیروی کرو سوائے ان کا اپنے مشرک والد کے لیے استغفار میں کہ ان کی پیروی کرتے ہوئے مشرکین کے لیے استغفار نہ کرو۔

کم وبیش یہی کچھ تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ مومنوں کو حضرت ابراھیمؑ کی پیروی کا حکم دیا گیا سوائے ان کے مشرک باپ کے لیے استغفار کرنے میں اور یہ استغفار بھی حقیقت حال سے باخبر ہونے سے قبل تھا جب معلوم ہوا کہ اللہ کا دشمن ہے تو برات کر لی جیسا کہ سورہ توبہ میں گزرا۔

دلیل نمبر ۴:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّهُ كَانَ صِدِّيْقاً نَّبِيّاً اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يَاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْأً يَاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآئَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَالَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْ اَهْدِكَ صِرَاطاً سَوِيّاً يَاَبَتِ لَاتَعْبُدُ الشَّيْطٰنَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيّاً يَاَبَتِ اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَاب" مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنُ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيّاً

(سورہ مریم آیات ۴۱ تا ۴۵ پارہ ۱۶)

ترجمہ: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بے شک وہ صدیق تھا (نبی) غیب کی خبریں بتا تا جب اپنے باپ سے بولا اے میرے باپ کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آیئے اے میرے باپ بے شک میرے پاس وہ علم آیا جو تجھے نہ آیا تو میرے پیچھے چلا آمیں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں اے میرے باپ شیطان کا بندہ نہ بن بے شک شیطان رحمن کا نافرمان ہے اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمان کا کوئی عذاب پہنچے اور تو شیطان کا رفیق ہو جائے۔ (کنز الایمان لاحمد رضا خان)

دلیل نمبر ۵:

وَ اتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَاَ اِبۡرٰهِيۡمَ اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ وَ قَوۡمِهٖ مَاتَعۡبُدُوۡنَ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اَصۡنَاماً فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيۡنَ

(سورۃ الشعرآء آیت ۶۹ تا ۷۱۔ پارہ ۱۹)

ترجمہ: اور ان پر پڑھو خبر ابراہیم کی جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کیا تم پوجتے ہو بولے ہم بتوں کو پوجتے ہیں پھر ان کے سامنے آسن مارے رہتے ہیں۔ (کنز الایمان)



معارضہ

قریشی صاحب ان آیات کے جواب میں سب سے مضبوط معارضہ پیش فرماتے ہیں کہ: ''جب آپ علیہ السلام کی عمر ۷۳ برس تھی تو آگ میں ڈالے جانے کے واقعہ میں آزر مارا گیا تھا اس کے بعد آپ اردن، مصر، شام، ایلیا اور فلسطین کے درمیان ٹھہرے الی ان قال ۹۰ برس کی عمر میں آپ نے کچھ دعائیں فرمائیں تھیں اس میں ایک دعا ''ربنا اغفرلی ولوالدی'' بھی تھی جب ۵۷ سال پہلے آزر مر چکا تھا اور اس سے بیزاری کا بھی اعلان کر دیا تھا اور اب دعا کا کیا مطلب؟ ماننا پڑے گا کہ ۵۷ سال بعد ربنا اغفرلی ولوالدی میں والدین سے مراد آپ علیہ السلام کے حقیقی والدین ہیں جو کہ مومن تھے''۔

(ملخصاً ص ۴۲۔تا ص ۴۵)

موصوف نے اس استدلال پر عنوان قائم کیا'' آزر کے ابراھیم علیہ السلام کے چچا ہونے پر شاندار دلیل'' (ص ۴۲)

الجواب بعون الوہاب

(۱) قریشی صاحب نے جو آزر کی موت اور حضرت ابراھیمؑ کی ہجرت پھر دعا پر جو تاریخی روایت ذکر کی ہے اس کا مدار انھوں نے خود ''کلبی کذاب'' اور محمد بن اسحق جیسے کو ٹھرایا اب آئے اس کا حال بھی سن لیجئے:

مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''دو رافضیان کذاب ابومخنف وکلبی کا قول ہے''

(فتاوی رضویہ: ۲۶ / ۴۱۷)

(۲) کاش کہ قریشی صاحب سیوطیؒ جیسے حاطب اللیل کی اندھی تقلید کرنے کے

بجائے کتب تفسیر پر ایک نظر ڈالتے تو انھیں اپنا استدلال تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور نظر آتا مفسرین نے قریشی مغالطے کے کئی جوابات دیے ہیں ملاحظہ ہو :

جواب اوّل: علامہ ابوحیان اندلسیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی یہ دعا کہ:

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ و من ذریتی ربنا اغفرلی ولوالدیٰ و للمومنین اوقات مختلفہ کی دعا ہے مگر اللہ نے ان سب مختلف اوقات میں مانگی ہوئی دعا کو یہاں جمع کر دیا گویا والدین (یعنی آزر کافر باپ) کے لیے یہ دعا اس وقت مانگی تھی جب ان کا کفر پر مرنا آپ پر ظاہر نہ ہوا تھا اور ابھی آپ نے ان سے برأت کا اظہار نہیں کیا تھا۔

ان هذه الادعیة کانت فی اوقات مختلفه مجمع هنا اشیاء مماکان دعا بها (تفسیر بحر المحیط: ۶ / ۴۵۰)

جواب نمبر ۲ : امام رازیؒ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہاں استغفار سے مراد دراصل اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے ایمان طلب کرنے کی دعا ہے یعنی یا اللہ انکو ایمان کی دولت نصیب کرتا کہ ان کی مغفرت ہو جائے:

المراد من الاستغفار ابراهیم لابیه دعاء ہ الی الایمان والاسلام و کان یقول له آمن تتخلص من العقاب وتفوز بالغفران و کان یتضرع الی اللہ ان یرزقه الایمان الذی یوجب المغفرۃ فهذا هو الاستغفار فلما اخبرہ اللہ تعالیٰ بانه یموت مُصراً علی الکفر نرک تلک الدعوۃ۔

(تفسیر کبیر :۱۶/ ۱۵۹،توبہ آیت ۱۱۳، ۱۱۴ وھکذا فی تفسیر اللباب ۱۰، / ۲۲۲ دار الکتب العلمیہ)

اور امام ماتریدیؒ متوفی ۳۳۳ھ اسی موقف کو دلائل سے واضح کر کے لکھتے ہیں :

یحتمل ان یکون استغفار ابراهیم لابیه طلب السبب الذی به منه یستوجب المغفرۃ و هو التوحید والاسلام و هو کقول هود لقومه و یا قوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیه وکقول نوح استغفروا ربکم انه کان غفاراً لیس یا

مر هم ان يقولوا استغفر الله و لكن يا مرهم بالاسلام ليغفر لهم ويكونوا من اهل المغفرة فعلى ذالك استغفار ابراهيم لابيه و كذالك قوله و اغفر لابي انه كان من الضالين اى اعط السبب الذى به يستوجب المغفرة وهو التوحيد كان سواله سوال التوحيد اذ لا يحل طلب المغفرة للكافر و فى الحكمة لا يجوز ان يغفر له

(تاویلات اہل السنۃ ۵ / ۴۹۳)

ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لیے استغفار کرنا دراصل اس سبب کو (اللہ تعالیٰ سے) طلب کرنا ہے جو (ان کی مغفرت) کا سبب بنے اور وہ توحید اور اسلام ہے۔ جیسا کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: **ویا قوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیه** (اے میری قوم اللہ تعالیٰ سے جو تمہارا رب بخشش مانگو اور اس کی طرف رجوع کرو)۔ اور جیسا نوح علیہ السلام کا قول ہے: **استغفروا ربکم انه کان غفارا** (اپنے رب سے مغفرت مانگو بے شک وہ بخشنے والا ہے) تو ان کو یہ نہیں کہا جا رہا کہ استغفار کرو بلکہ ان کو اسلام (قبول) کرنے کا حکم دے رہے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور وہ اہل مغفرت میں سے ہو جائیں تو اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لیے استغفار بھی ہے۔ اور اس طرح آپ کا یہ فرمانا بھی کہ: **واغفر لابی انه کان من الضالین** (اور میرے والد کی بخشش کر دیجئے بے شک وہ گمراہوں میں سے ہے) یعنی: (یہ فرما رہے ہیں کہ اے اللہ) ان کو وہ سبب عطا فرما دیجئے جو ان کی مغفرت کا موجب ہو اور وہ توحید ہے گویا کہ ان کا سوال (اللہ سے دعا) توحید کا سوال ہے۔ کیونکہ کافر کے لیے مغفرت طلب کرنا جائز نہیں۔ اور حکمت میں یہ ہے کہ اس کی بخشش جائز نہیں۔

امام ماتریدیؒ عقیدہ کے امام ہیں قریشی صاحب تحکمانہ انداز میں فرماتے ہیں کہ :

"اس تحقیق کے بعد بھی اگر کوئی شخص نہ مانے تو اتنا ہی عرض ہے وما علینا الا البلغ المبین"۔ (آزر کون ص ۴۵)

قریشی صاحب آپ بڑے محقق ہیں یا عقائد اہل السنۃ کے یہ امام؟ غور فرمائیں کہ تعلّی، تحکم وطنز کے یہ تیر کس کو لگ رہے ہیں؟

جواب نمبر ۳:

حضرت سعید بن جبیرؒ و مجاہدؒ، یحیی بن یعمر، ابراھیم نخعیؒ سے ایک قرأت یہاں ''وَالِدِیَ'' یا کی تشدید کے بغیر ہے یعنی اس دعا میں مراد ''والد'' نہیں بلکہ ''والدہ'' ہیں جو کہ مومنہ تھیں۔

(اللباب: ۱۱ / ۴۰۴، بحر المحیط: ۶ / ۴۵۰، بغوی: ۴ / ۳۵۸، رازی: ۱۳ / ۱۰۷، جلالین، زاد المسیر: ۲ / ۵۱۷، تفسیر سمعانی: ۳ / ۱۲۱، قرطبی: ۹ / ۳۲۱، تاویلات اھل السنۃ: ۶ / ۴۰۶)

جواب ۴:

یہ اصول قریشی صاحب تسلیم کر چکے ہیں کہ والد کا اطلاق مجازاً چچا اور دادا، پردادا پر بھی ہوتا ہے پس مفسرین نے اس کا ایک مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہاں والدین سے مراد آدم علیہ السلام و بی بی حوآء ہے۔

(انظر: بحر المحیط: ۶ / ۴۵۰، بیضاوی: ۳ / ۲۰۲، رازی: ۳ / ۱۰۷، اللباب: ۱۰ / ۲۲۲، زاد المسیر: ۲ / ۵۱۷، نسفی، النکت والعیون للماوردی: ۳ / ۱۳۹)

جواب نمبر ۵:

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ، امام نخعیؒ، امام زھریؒ سے ایک روایت ''وَلِوَلَدِیَ'' ہے یعنی مراد حضرت ابراھیم علیہ السلام کے دونوں بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

(زاد المسیر: ۲ / ۵۱۷، جلالین، سمعانی: ۳ / ۱۲۶، قرطبی: ۹ / ۳۷۵، تفسیر ماوردی: ۳ / ۱۳۹، تفسیر بحر العلوم للسمرقندی: ۲ / ۲۳۷)

جواب نمبر ۶:

علامہ ابوحیانؒ نے زمخشری کے حوالے سے ایک جواب یہ بھی دیا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کا کافر والد کیلئے مغفرت کی دعا کرنا بطور جواز عقلی کے طور پر تھا یعنی اللہ کافر کو تو معاف نہیں کرے گا لیکن عقلی طور پر اس میں کوئی استحالہ نہیں وہ کافر کو بھی معاف کرنے پر

قادر ہے۔علامہ ابوحیانؒ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر زمخشری نے ’’خلف وعید‘‘ کا قول اختیار کر کے معتزلہ سے انحراف کرتے ہوئے جمہور اہل السنۃ کی تائید کی ہے۔

وقال الزمخشری فان قلت کیف جاز لہ ان یستغفر لا بویہ و کانا کافرین؟ قلت و ھو من تجویزات العقل لا یُعلم امتناع جوازہ الا بالتوقیف انتھیٰ وھو فی ذالک موافق لا ھل السنۃ مخالف لمذھب الاعتزال

(تفسیر بحر المحیط:٦ / ۴۵۰)

جواب نمبر ۷:

قریشی صاحب سے پہلے یہ استدلال علامہ سیوطیؒ پیش فرما چکے ہیں نام لئے بغیر اور مرچ مصالحہ لگا کر قریشی صاحب نے انہی سے اس کو سرقہ کیا ہے۔

علامہ حلبیؒ سیوطیؒ کے استدلال کی کمزوری کو ان الفاظ میں واضح کرتے ہیں :

ویوافقہ مافی النھر نقلا عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما ان آزر کان اسم ابیہ ویرد ذالک قول الحافظ السیوطی رحمہ اللہ یستنبط من قول ابراھیم علیہ السلام ربنا اغفرلی ولوالدی و للمومنین یوم الحساب و کان ذالک بعد موت عمہ بمدۃ طویلۃ ان المذکور فی القرآن بالکفر و التبری عن الا ستغفار لہ ای فی قولہ تعالیٰ ومان کان استغفار ابراھیم لابیہ الاعن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرأ منہ ھو عمہ لا ابوہ الحقیقی قال فللہ الحمد علی ما الھم ای ولا یخفی ان ھذالایتم الا اذا کان ابوہ الحقیقی حیا وقت التبری منہ وان التبری سببہ الموت ای موت عمہ علی الکفر لا والوحی بانہ یموت کا فراً فلیتا مل و حینئذیکون ابوہ الحقیقی ھو المعنی بقول ابی ھریرۃؓ احسن کلمۃ قالھا ابو ابراھیم ان قال لمارای والدہ و قدالقی فی النار ای علی تلک الحالۃ ای فی روضۃ خضراء و حولہ النار لم تحرق منہ الا کتافہ نعم الرب ربک یا ابراھیم

(سیرت حلبیہ:١ / ٦۴)

ترجمہ:اس بارے میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ بھی اس کی موافقت میں ہے نہر میں

جو ذکر ہے وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ آزر ابراھیمؑ کے باپ کا نام تھا نہر کی یہ بات حافظ سیوطی کی اس بات کی نفی کرتا ہے جو انھوں نے حضرت ابراھیمؑ کی دعا سے نکالا ہے کہ ربنا اغفر لی...... یہ دعا حضرت ابراھیمؑ نے اپنے اسی چچا کی موت کے بہت مدت بعد مانگی تھی جس کا ذکر قرآن پاک میں کافر کی حیثیت سے ہوا پھر حضرت ابراھیمؑ نے اس استغفار سے اپنی برات کا اظہار کیا جس کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح ہے **''وما کان استغفار الایۃ''**......تو یہ ابراھیمؑ کا چچا تھا باپ نہیں (حافظ سیوطیؒ اس کے بعد کہتے ہیں) اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے یہ بات میرے (سیوطی) کے دل میں ڈالی۔ (حلبیؒ اس کے جواب میں کہتے ہیں) مگر یہ بھی ظاہر بات ہے کہ بات یہاں آ کر ختم نہیں ہو جاتی البتہ اس صورت میں مکمل ہو سکتی ہے کہ جب ابراھیمؑ نے دعاء مغفرت سے اپنی برات کا اظہار کیا تو اس وقت ان کا باپ زندہ ہو اسی طرح ان کی برات کا سبب ان کے چچا کی کفر کی حالت میں موت ہو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ وحی یعنی اطلاع نہ ہو کہ وہ کفر کی حالت میں مرے گا (کیونکہ یہ وحی اگر برات کا سبب ہے تو پھر یہ حقیقی والد کے متعلق ہوگی جو اس وقت زندہ تھا) اس صورت میں حضرت ابو ہریرہؓ کے اس قول سے مراد حقیقی باپ ہی ہوگا جس میں کہا گیا کہ جس وقت حضرت ابراھیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا وہ اس حالت میں نظر آئے کہ ان کے چاروں طرف سرسبز باغ تھے اور جو آگ ان کے چاروں طرف تھی سوائے ان کے مشکوں یعنی مونڈھوں پر بندھی ہوئی رسیوں کے کچھ نہ جلایا تھا اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے بہترین کلمہ کہا تھا کہ اے ابراہیم تیرا رب بہت ہی اچھا رب ہے۔

الزامی جواب

قارئین کرام! ماقبل کی تفسیر سے آپ نے معلوم کرلیا کہ سوائے سیوطیؒ کے کسی نے بھی اس آیت کو حضرت ابراھیم علیہ السلام کے والد کے اسلام کے باب میں پیش نہیں کیا اور جو اشکال سیوطیؒ نے کیا اس کے قریباً سات جوابات علمائے اہل سنت نے دیے ہیں بالفرض آیت سے مراد وہی ہو جو قریشی صاحب نے پیش کیا تب بھی چونکہ دیگر احتمالات موجود ہیں

جن کو ہم نے ماقبل میں ذکر کر دیا لہٰذا قریشی صاحب ہی کے اصول کے تحت :

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال

جب احتمال آئے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے لہٰذا معترض کا استدلال باطل ہوا۔

(آزر کون ص ۵۷)



احادیث سے استدلال

روایت نمبر ا: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے :

یلقی ابراھیم اباہ آزر یوم القیامة و علی و جه آزَرَ قَتَرَةٌ وَغبَرَةٌ فیقول له ابراھیم الم اقل لک لا تعصِنی فیقول ابوہ فالیوم لا اَعصِیک فیقول ابراھیم یارب انک وعدتنی الا تُخزینی یوم یبعثون فایُّ فزی اَخزٰی من ابی الاَبُعَدِ فیقول اللہ انی حرمت الجنة علی الکافرین ثم یقال یا ابراھیم ماتحت رجلیک فنظر فاذا ھو بذیخ مُتَلَطِّخٌ فیؤ خذ بِقوائمه فیلقیٰ فی النار

(بخاری:۱/ ۴۷۳ کتاب الانبیاء۔ کنزالعمال : ۱۱/ ۴۸۵ رقم الحدیث ۳۲۲۹۲۔ مستدرک:۲/ ۲۶۰ رقم ۲۹۳۶)

قیامت کے دن ابراھیمؑ اپنے باپ سے ملیں گے تو آزر ان سے کہے گا کہ اے بیٹے آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا تو ابراھیمؑ اپنے رب سے عرض کریں گے کہ کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ مجھے قیامت کے دن ذلیل نہیں کرے گا اور آج میرے لئے اس سے بڑی اور کون سی رسوائی ہوسکتی ہے کہ میرا باپ اس حال میں ہے تو ارشاد فرمایا جائے گا اے ابراھیم تو اپنے نیچے دیکھو تو وہ اپنے باپ کو دیکھنے کے بجائے ایک بجو کو دیکھیں گے جو کیچڑ میں لتھڑا ہوا ہے اور اس کی ٹانگیں پکڑ کر اس کو دوزخ کی طرف کھینچ کر لے جایا جارہا ہے۔

روایت نمبر ۲: سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے :

ان ابراھیم یقول یوم القیامة رب والدی رب والدی فاذا کان الثالثة اُخِذَ بیدہ فیلتفت الیه وھو ضِبعانٌ فیتبرأمنه

(تفسیر طبری: ۱۲/ ۳۲ توبہ آیت ۱۱۴، فتح الباری: ج ۸/ ۵۰۱)

حضرت ابراہیم روز قیامت کہیں اے میرے رب میرے والد اے میرے رب میرے والد جب تین دفعہ یہ الفاظ فرمائیں گے تو ان کا ہاتھ پکڑا جائے گا اور وہ اپنے والد کی

طرف دیکھیں گے تو وہ بجو کی شکل میں ہوگا پس آپ اس سے برأت کا اظہار کریں گے۔

روایت نمبر ۳ : **یقول ابراهیم لابیه انی آمرک فی الدنیا فتعصینی ولست تارکک الیوم فخذ بِحِقْوَیَّ فیاخذ بضبعیه فیمسخ ضبعاً فاذاراه قد مسخ تیرامنه**

(تفسیر طبری: ۱۲ / ۳۳۔ فتح الباری: ۸ / ۵۰۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد سے کہیں گے کہ میں آپ کو دنیا میں حکم دیتا تھا تو آپ میری نافرمانی کرتے اور آج بھی میں تمہیں چھوڑنے والا نہیں ہوں پس میرا تہہ بند پکڑ لو تو جب وہ ان کو اپنے دونوں بازوؤں میں پکڑیں گے تو (ان کے والد کی شکل) بجو کی بن کر مسخ ہو جائے گی پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو اس حال میں دیکھیں گے کہ وہ مسخ ہو چکا ہے تو اس سے برات کا اظہار کردیں گے۔



محدثین ومورخین واکابرامت

قرآن مجید کی آیات کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال پیش ہو چکے ہیں اس کے بعد ہم یہاں اختصاراً محدثین ومورخین کے اقوال بھی نقل کردیتے ہیں جن کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ''آزر'' ہی ابراھیم علیہ السلام کے والد تھے نہ کہ چچا۔

(۱) ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں :

ابراهيم اباه آزر هذا موافق لظاهر القرآن فی تسمية والد ابراهيم (فتح الباری:۸ / ۴۹۹)

ابراہیم جن کے والد آزر ہیں یہی ظاہر قرآن کے موافق ہے۔

قوله باب قول الله تعالىٰ و اتخذ الله ابراهيم خليلا و ابراهيم هو بن آزر اسمه تارخ۔ (فتح الباری:۶ / ۳۸۹)

ابراہیم جو بیٹے ہیں آزر کے اوران (آزر) کا نام تارح ہے

(۲) علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں :

ابراهيم و هو ابن آزر۔۔۔ وفی هذا لحديث دليل على ان شرف الولدلا ينفع الوالد اذالم يكن مسلماً (ارشادالساری:۵ / ۳۴۲)

ابراہیم جو بیٹے ہیں آزر کے اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ بیٹے کی شرافت باپ کو کوئی نفع نہیں دے سکتی جب تک وہ مسلمان نہ ہو (چونکہ ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر کافر تھے لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت آخرت میں ان کو کوئی نفع نہ دے سکے گی)

(۳) علامہ عینی حنفیؒ لکھتے ہیں :

وقال ابراهيم ولكن ليطمئن قلبی الكلام فيه على انواع الاول ابراهيم هوا بن آزر و هو تارخ بفتح الراد المهملة وفی آخره حاء مهملة فآذر اسم و تارخ لقب له و قيل عكسه قال ابراهيم بن تارخ و هو آزر بن ناحور۔ (عمدة القاری:۱ / ۱۱۴)

ابراہیم بن آزر...... آزر ان کا نام تھا اور تارخ لقب اور بعض نے کہا کہ نہیں تارخ نام

تھا اور آزر لقب (جو بھی ہو آزر و تارخ یہ دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے اسماء ہیں)

(۴) علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں :

واختص اللہ بالنبوۃ فھم ابراھیم بن تارخ وھو آزر بن ناحور بن ساروخ

(تاریخ ابن خلدون: ۲/۱۶)

اللہ نے جن کو اپنی نبوت کیلئے خاص کیا ان میں حضرت ابراہیم بن تارخ اور یہ تارخ ہی آزر ہیں۔

(۵) ابن عدیؒ لکھتے ہیں :

اسمه بالعربية آزر و ولد لآزر ابراھیم علیه السلام

(الکامل: ۱/۶۲)

عربی میں ان کا نام آزر ہے اور آزر کے ہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(۶) علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں :

اسماعیل بن ابراھیم الخلیل بن آزر و اسمه تارخ بن ناحور بن ساروغ

(تاریخ اسلام: ۱/۱۹)

اسمعیل بن ابراہیم الخلیل بن آزر اور اس آزر کا نام تارخ بن ناحور بن ساروغ

(۷) **وکان تارخ وھو آزر ابو ابراھیم**

(یعقوبی: ۱/۷)

یہی تارخ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہیں۔

(۸) **اسمعیل بن ابراھیم خلیل الرحمن بن تارخ وھو آزر بن ناحور**

(مختصر تاریخ دمشق: ۱/۱۱۶)

اسی طرح ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :

وروی عن مجاھد انه قال آزر صنم لیس بابیه و الصحیح ماتقدم و

هو ابراهيم بن آزر فی القرآن و فی السوراة ابراهيم بن تارخ۔

(ایضاً:۱/ ۴۳۴)

ایک روایت حضرت مجاہدؒ سے یہ بھی ہے کہ آزر بت کا نام ہے ان کے والد کا نہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے۔

(۹) **وهوا سمعيل عليه السلام بن ابراهيم الخليل صلى الله عليه وسلم بن آزر و هو تارح۔** (انساب الاشراف ج۱)

(۱۰) **محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبدمناف بن قصی بن كلاب بن مرة بن كعب بن لُوی بن غالب بن فهر بن مالک بن النضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن الياس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اُد بن اُدد بن الهميسع بن قيدار بن اسمعيل بن ابراهيم الخليل بن تارخ و هو آزر بن ناخور۔**

(الفردوس بماثور الخطاب، عن ابن عباس......الحدیث ۹۴)

(۱۱) **اسمعيل بن ابراهيم خليل الرحمن ابن تارح و هو آزر بن ناحور بن اسرع۔** (سیرت ابن ہشام:۱/ ۳)

(۱۲) **ابراهيم بن آزر** (دلائل النبوۃ:۱/ ۱۰۳)

(۱۳) پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

اخرج ابراهيم عليه السلام من ابويه الموتى بالكفر

اس نے ابراہیم علیہ السلام کو ایسے ماں باپ سے پیدا فرمایا جو بہ سبب کفر کے مردہ تھے۔

(فیوض غوث صمدانی ترجمہ فتح الربانی مترجم محمد ابراہیم قادری بدایونی، ص ۸۳، فرید بک سٹال لاہور، تقدیم عبدالحکیم شرف قادری)

ان تمام مورخین ومحدثین رحمہ اللہ علیہم اجمعین آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد شمار کررہے ہیں جن میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جیسی جلیل القدر ہستی بھی موجود ہیں۔ اوران کا نسب یوں بیان کررہے ہیں ''ابراہیم بن آزر'' مفتی حنیف قریشی نے کہا کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہیں ''تارح'' تھا ماقبل کی ساری تفصیل سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ تارخ بھی اسی آزر کا نام ہے اب کسی نے آزر کو اسم ذاتی مان کر تارخ کو لقب و صفاتی نام شمار کیا ہے اور کسی نے تارح و تارخ کو ذاتی نام مان کر آزر کو بت کی نسبت سے والد ابراہیم کا صفاتی نام و لقب کہا ہے بہرحال نام خواہ آزر ہو جیسا کہ ظاہر قرآن خواہ تارخ و تارح ہو جیسا کہ کتب تاریخ وسیرت یہ تمام افراد اس بات پر متفق ہیں کہ نام جو بھی ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ''بت پرست و مشرک'' تھے گویا مفتی حنیف قریشی صاحب کے فتوے کی رو سے معاذ اللہ امت مسلمہ کے یہ جبال العلم والفہم نبی اکرم ﷺ کی ناموس اور ان کے نسب پر حملہ کر کے نسب رسول ﷺ کی طہارت کے قائل نہ تھے۔ استغفر اللہ۔



علامہ رملیؒ کا تاریخی فتویٰ

علامہ شہاب الدین احمد بن حمزہ انصاری رملی شافعی متوفی ۹۵۷ھ لکھتے ہیں :

ومن قال لا احد من آباء رسول اللہ او اباء الانبیاء کان کافرا اسئل عمن قال لا احد من آباء رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم او اباء الانبیاء علیهم الصلاة و السلام کان کافرا و انکر ان یقال ان والد ابراهیم کان کافرا و ذکر آزر کان عمه

و ما کان آباء ھل مصیب او مخطی؟

(فاجاب) بان القائل المذکور مخطی فی قولہ متبع فیہ رائ الشیعۃ وھو مخالف لکتاب العزیز و السنۃ الصحیحۃ و لما علیہ اھل النسۃ وغیر ھم۔

اما الکتاب العزیز فلقولہ (و اذقال ابراھیم لابیہ آزر اتتخذ اصناما الھۃ انی اراک و قومک فی ضلال مبین۔الانعام۷۴) وقولہ (واذ کرفی الکتاب ابراھیم انہ کان صدیقا نبیا۔مریم ۴۱) (و اذ قال لابیہ یا ابت لم تعبد مالا یسمع ولا یبصر ولایغنی عنک شیئا۔مریم ۴۲) واما قول القائل المذکور ان آزر کان عم ابراھیم و ما کان اباء ہ فمردود لانہ لا یجوز صرف اللفظ عن حقیقہ الی مجازہ الا بدلیل ولا دلیل لہ فیہ وقد اتفقت الائمۃ التفسیر من اھل السنہ و غیر ھم علی ان اباء ابراھیم کان کافراً وانما اختلفوا فی اسمہ فقال محمد بن اسحاق، و الضحاک، و الکلبی و سعید بن عبدالعزیز اسم ابی ابراھیم آزر و ھو تارح مثل اسرائیل و یعقوب و روی من ابن عباس ان اسمہ آزر و روی عنہ ایضاً ان اسمہ تارخ و قال کثیر من المفسرین ان ابا ابراھیم اسمہ بالسریانیہ تارخ و بغیر ھا آزر و قال مقاتل و غیر ھم آزر لقب لابی ابراھیم و قال الثعلبی فی کتاب العرائس ان اسم ابی ابراھیم الذی سماہ ابو تارح فلما صار مع النمرود قسیما علی خزائنہ البھیۃ سماہ آزر و قال مجاھد و السدی فی احد قولیہ و غیرھما آزر اسم للصنم و الاحادیث الصحیحۃ الواردۃ بکفر ابی ابراھیم کثیرۃ و اخرج ابو نعیم و الدیلمی عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق الوالد علی ولدہ ان لا یسمیہ الا بما سمی ابراھیم بہ اباء حیث قال یا ابت ولا یسمیہ باسمہ قال السدی وحل آزر فوجد امراتہ قدملھت من الحیض فواقعھا فحملت بابراھیم و قال ایضا خرج نمرود بالرجال الی العسکر و نھاھم عن النساء تخوفانی ذالک المولود فمکث بذلل ماشاء اللہ ثم طرأت لہ حاجۃ فی المدینۃ فلم یاتمن علی احد من قومہ الا آزر فبعث الیہ وعاہ و قال لہ ان لی حاجہ اختار ان اصیف بھا و لا ابعثک فیھا الا لشقتی بل فاقسمت علیہ ان لا تدنو من اھلک فقال آزر ان

امسح علی دینی من ذالک فاو صاه بحاجة فدخل المدینة ثم قضی حاجته و قال لو دخلت علی اهلی فنظرت الیهم فدخل فلما نظر الی ام ابراهیم لم یتماسا لک نفسه حتی و اقعها فحمت بابراهیم و قال محمد بن اسحق ان آزر سئل زوجته عن حملها بعد و لادتها ما فعل فقالت و لدت عنها فمات فصدقها و سکت عنها و قد اتفق العلماء علی ان و الد رسول الله ﷺ لم یکن مسلما بل کافر لانه مات قبل بعثه ﷺ بل قبل و لادته و انما اختلفوا فی ان الله احیاء ابویه ﷺ بعد موتهما و امنا به او لا فقد اخرج ابو بکر الخطیب فی کتاب السابق و اللاحق و ابو حفص عمر بن شاهین فی کتاب الناسخ و المنسوخ له باسنادیهما عن عائشة رضی الله عنہا قالت حج بنا رسول الله ﷺ حجة الوداع فمر بی علی العقبة الحجون و هو بال حزین منقمم فبکیت لبکاء رسول الله ﷺ ثم انه طعن فنزل فقال یا حمیرآء استمسیکی فاستندت الی جنب البعیر فمکث عنی طویل ملیا ثم انه عاد الی و هو فرح مبتسم فقالت علی بانی انت و امی یا رسول الله فنزلت من عندی و انت خروس مغتسم فبکیت لبکائک یا رسول الله انک عدت الی و انت فرح تبتسم فعم ذا یا رسول الله فقال ذهبت لقبر امی آمنة فسالت الله ربی ان یحییها فاحیاها فامنت بی او قال فآمنت و ردها الله عز و جل و قد ذکر نسبه قال مجهول السهیلی فی الروض الانف ان الله تعالی احیا له اباه و امه و آمنا به و هذا ناسخ لما فی صحیح مسلم عن انس ان رجلا قال یا رسول الله ﷺ این امی فقال فی النار فلما ولی دعاه قال ان ابی و اباک فی النار و حدیث مسلمة بن برید الجعفی و فیه فلما رای ما دخل علی فقال و امی مع امک و قد قیل ان الحدیث فی ایمان ابیه و امه موضوع یرده القرآن العظیم قال تعالی و لا الذین یموتون و هم کفار (النساء ۱۸) و قال عز من قائل فیمت و هو کافر (البقرة ۲۱۷) فمن مات کافرا لم ینفعه الایمان بعد الرجعة بل لو آمن عند المعاینة لم ینفعه فکیف بعد الاعادة و فی التفسیر انه علیه الصلوة و السلام قال لیت شعری ما فعل ابوای فنزل قوله تعالی و لا تسال عن اصحب الجحیم (البقرة ۱۱۹) و قد ذکر الحافظ ابو الخطاب

محمد بن دحیة قال القرطبی و فیه نظر و ذالک ان فضائل النبی ﷺ و خصائصه لم تزل تتوالی و تتتابع الی حین مماته فیکون هذا مما فضله الله تعالی و اکرمه به و لیس احیاؤهما و ایمانهما به یمتنع عقلا و لا شرعا و قد ورد فی الکتاب العزیز احیاء قتیل بنی اسرائیل و اخباره بقاتله و کان عیسیٰ علیه الصلوة و السلام یحیی الموتی و کذالک نبینا۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَحْيَا اللهُ تَعَالَى عَلَى يَدَيْهِ جَمَاعَةً مِنْ الْمَوْتَى فَإِذَا ثَبَتَ هَذَا لَمْ يَمْنَعْ مِنْ إِيمَانِهِمَا بَعْدَ مَوْتِهِمَا زِيَادَةً فِي كَرَامَتِهِ وَفَضِيلَتِهِ مَعَ مَا وَرَدَ مِنْ الْخَبَرِ فِي ذَلِكَ فَيَكُونُ ذَلِكَ خُصُوصًا فِيمَنْ مَاتَ كَافِرًا وَقَوْلُهُ فَمَنْ مَاتَ كَافِرًا إلَى آخِرِ كَلَامِهِ مَرْدُودٌ لِمَا رُوِيَ مِنْ الْخَبَرِ أَنَّ اللهَ تَعَالَى رَدَّ الشَّمْسَ عَلَى نَبِيِّهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بَعْدَ مَغِيبِهَا ذَكَرَهُ أَبُو حَفْصٍ الطَّحَاوِيُّ وَقَالَ إنَّهُ حَدِيثٌ ثَابِتٌ فَلَوْ لَمْ يَكُنْ رُجُوعُ الشَّمْسِ نَافِعًا، وَأَنَّهُ لَا يَتَجَدَّدُ بِتَجَدُّدِ الْوَقْتِ لَمَا رَدَّهَا عَلَيْهِ فَكَذَلِكَ يَكُونُ إحْيَاءُ أَبَوَيْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - نَافِعًا لِإِيمَانِهِمَا وَتَصْدِيقِهِمَا بِالنَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَقَدْ قَبِلَ اللهُ تَعَالَى إيمَانَ قَوْمِ يُونُسَ وَتَوْبَتَهُمْ مَعَ تَلَبُّسِهِمْ بِالْعَذَابِ فِيمَا ذُكِرَ فِي بَعْضِ الْأَقْوَالِ، وَهُوَ ظَاهِرُ الْقُرْآنِ. وَأَمَّا الْجَوَابُ عَنْ الْآيَةِ فِي فَيَكُونُ ذَلِكَ قَبْلَ إيمَانِهِمْ وَكَوْنِهِمَا فِي الْعَذَابِ. اھ

وَقَالَ الْحَافِظُ شَمْسُ الدِّينِ بْنُ نَاصِرِ الدِّمَشْقِيُّ:

حَبَا اللهُ النَّبِيَّ مَزِيدَ فَضْلٍ ... عَلَى فَضْلٍ وَكَانَ بِهِ رَءُوفًا

فَأَحْيَا أُمَّهُ وَكَذَا أَبَاهُ ... لِإِيمَانٍ بِهِ فَضْلًا لَطِيفًا فَسَلِّمْ فَالْقَدِيمُ بِذَا قَدِيرٌ

، وَإِنْ كَانَ الْحَدِيثُ بِهِ ضَعِيفًا وَحِينَئِذٍ فَقَدْ صَارُوا مِنْ السُّعَدَاءِ الْفَائِزِينَ لِقَوْلِهِ تَعَالَى }قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ{ الأنفال: 38[وَقَوْلِهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الْإِسْلَامُ يَجُبُّ مَا قَبْلَهُ« وقوله تَعَالَى }وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى (الضحى: 5[وَمِنْ رِضَاهُ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنْ لَا يَدْخُلَ أَحَدٌ مِنْ أَبَوَيْهِ النَّارَ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - »سَأَلْت رَبِّي أَنْ لَا يُدْخِلَ النَّارَ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَأَعْطَانِي ذَلِكَ« أَوْرَدَهُ الْحَافِظُ

مُحِبُّ الدِّينِ الطَّبَرِيُّ فِي كِتَابِهِ ذَخَائِرِ الْعُقْبَى وَلِهَذَا لَمَّا سُئِلَ الْقَاضِي أَبُو بَكْرِ بْنُ الْعَرَبِيِّ أَحَدُ أَئِمَّةِ الْمَالِكِيةِ عَنْ رَجُلٍ قَالَ إِنَّ أَبَا النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي النَّارِ فَأَجَابَ بِأَنَّ مَنْ قَالَ إِنَّ أَبَا النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي النَّارِ فَهُوَ مَلْعُونٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى }إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ{ الأحزاب: 57[قَالَ وَلَا أَعْظَمَ مِنْ أَنْ يُقَالَ عَنْ أَبِيهِ إِنَّهُ فِي النَّارِ فَإِنْ قِيلَ فِي الِاسْتِدْلَالِ عَلَى كَوْنِهِمَا لَمْ يَكُونَا كَافِرَيْنِ أَنَّهُمَا مَاتَا قَبْلَ الْبَعْثَةِ وَلَا تَعْذِيبَ قَبْلَهَا لِقَوْلِهِ }وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا{ الإسراء: 15[وَقَدْ أَطْبَقَتْ أَئِمَّةُ الْأَشْعَرِيةِ مِنْ أَهْلِ الْكَلَامِ وَالْأُصُولِ وَالشَّافِعِيَّةِ وَالْفُقَهَاءِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ وَلَمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَةُ يَمُوتُ نَاجِيًا، وَأَنَّهُ لَا يُقَاتَلُ حَتَّى يُدْعَهُ إِلَى الْإِسْلَامِ؟

فَالْجَوَابُ أَنَّهُ لَا تَمَسُّكَ لِهَذَا الْقَائِلِ بِهَذِهِ الْآيَةِ فَإِنَّ مَعْنَى }وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا{ الإسراء: 15[يبيِّنُ الْحُجَجَ وَيُمَهِّدُ الشَّرَائِعَ فَمَدْلُولُهَا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يُعَذِّبُ أَحَدًا قَبْلَ وُرُودِ الشَّرْعِ بِبَعْثَةِ أَحَدًا مِنْ رُسُلِهِ وَيُسَمَّى ذَلِكَ الزَّمَنُ زَمَنَ الْفَتْرَةِ فَالزَّمَنُ الَّذِي بَيْنَ بَعْثَةِ عِيسَىٰ وَبَعْثَةِ نَبِيِّنَا - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَيْسَ زَمَنَ فَتْرَةٍ؛ لِأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَزَالُوا مُتَعَبِّدِينَ بِشَرِيعَةِ عِيسَى - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - حَتَّى نُسِخَتْ بِشَرِيعَةِ نَبِيِّنَا - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، وَأَبُوهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ يَعْبُدُونَ الْأَصْنَامَ حَالَ تَعَبُّدِهِمْ بِشَرِيعَةِ عِيسَى - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَلِهَذَا قَالَ أَئِمَّتُنَا مَنْ دَخَلَ آبَاؤُهُ فِي دِينِ الْيَهُودِيةِ بَعْدَ بَعْثَةِ عِيسَى - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَمْ يُقَرَّ بِالْجِزْيَةِ؛ لِأَنَّهُمْ تَمَسَّكُوا بِدِينٍ بَاطِلٍ وَسَقَطَتْ فَضِيلَةٌ. وَقَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ ابْنُ حَجَرٍ فِي كِتَابِ الْإِصَابَةِ: وَبَحِيرَاءُ الرَّاهِبُ الَّذِي بَشَّرَ بِالنَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَا أَدْرِي أَدْرَكَ الْبَعْثَةَ أَمْ لَا وَقَدْ ذَكَرَهُ ابْنُ مَنْدَهْ، وَأَبُو نُعَيْمٍ فِي كِتَابَيْهِمَا فِي الصَّحَابَةِ وَبِالْجُمْلَةِ فَقَدْ مَاتَ عَلَى دِينِ النَّصْرَانِيَّةِ قَبْلَ نَسْخِهِ بِالْبَعْثَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ فَأَمَّا قَوْلُهُ تَعَالَى }الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ{ الشعراء: 218[}وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ{ الشعراء: 219[فَمَعْنَاهُ أَنَّهُ لَمَّا فُرِضَ قِيَامُ اللَّيْلِ طَافَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَلَى بُيُوتِ الصَّحَابَةِ

لِيَنْظُرَ مَاذَا يَصْنَعُونَ لِشِدَّةِ حِرْصِهِ عَلَى مَا يَظْهَرُ مِنْهُمْ مِنَ الطَّاعَاتِ فَوَجَدَهَا كَبُيُوتِ الزَّنَانِيرِ لِكَثْرَةِ مَا سُمِعَ مِنْ قِرَائَتِهِمْ وَتَسْبِيحِهِمْ وَتَهْلِيلِهِمْ فَالْمُرَادُ مِنْ قَوْلِهِ }وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ{ الشعراء: 219[طَوَافُهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَلَى السَّاجِدِينَ أَوْ أَنَّ مَعْنَاهُ أَنَّهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِالْجَمَاعَةِ فَتَقَلُّبُهُ فِي السَّاجِدِينَ كَوْنُهُ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَمُخْتَلِطًا بِهِمْ حَالَ الْقِيَامِ وَالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ أَوْ أَنَّ مَعْنَاهُ أَنَّهُ لَا يَخْفَى حَالُكَ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى كُلَّمَا قُمْتَ وَتَقَلَّبْتَ فِي السَّاجِدِينَ أَيْ مَعَهُمْ فِي الِاشْتِغَالِ بِأُمُورِ الدِّينِ أَوْ أَنَّ مَعْنَاه تَقَلُّبُ بَصَرِهِ فِيمَنْ يُصَلِّي خَلْفَهُ بِدَلِيلِ قَوْلِهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - »أَتِمُّوا

الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي«. وَأَمَّا قِرَائَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - وَالزُّهْرِيِّ وَابْنِ مُحَيْصِنٍ قَوْله تَعَالَى }لَقَدْ جَائَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفَسِكُمْ{ التوب?: 128[بِفَتْحِ الْفَاءِ فَمَعْنَاهُ مِنْ أَشْرَفِهِمْ، وَأَفْضَلِهِمْ، وَأَعَزِّهِمْ نَسَبًا كَمَا فِي الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ فِي سُؤَالِ هِرَقْلَ لِأَبِي سُفْيَانَ قَالَ كانَ أَوَّلَ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَنْ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهُ فِيكُمْ؟ قُلْتُ هُوَ فِينَا ذُو نَسَبٍ قَالَ هِرَقْلُ وَكَذَلِكَ تُبْعَثُ الرُّسُلُ فِي نَسَبٍ مِنْ قَوْمِهَا . «وَأَمَّا قَوْلُهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - »لَمْ أَزَلْ أُنْقَلُ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاهِرِينَ إِلَى أَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ« فَمَعْنَاهُ لَمْ يَقَعْ فِي نَسَبِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَا كَانَ سِفَاحًا فَقَدْ قَالَ الْكَلْبِيُّ كَتَبْت لِلنَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - خَمْسَمِائَةِ أُمٍّ فَمَا وَجَدْت فِيهِ سِفَاحًا وَلَا شَيْئًا مِمَّا كَانَتْ عَلَيْهِ الْجَاهِلِيَّةُ فَإِنْ قِيلَ قَوْله تَعَالَى }وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ{ الأنعام: 74[يَدُلُّ عَلَى أَنَّ آزَرَ كَانَ عَمَّهُ لَا أَبَاهُ، لِأَنَّهُ قُرِئَ آزَرُ بِضَمِّ الرَّاءِ عَلَى النِّدَاءِ وَبَذْءُ الْأَبِ بِالِاسْمِ الْأَصْلِيِّ مِنْ أَعْظَمِ أَنْوَاعِ الْإِيذَاءِ وَقَدْ حَكَى تَعَالَى عَنْ إِبْرَاهِيمَ الْحِلْمَ فَقَالَ }إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ{ هود: 75[وَكَيْفَ يَلِيقُ بِالرَّجُلِ الْحَلِيمِ مِثْلُ هَذَا الْجَفَاءِ لِأَبِيهِ وَقَالَ تَعَالَى }وَقَضَى رَبُّكَ أَلا تَعْبُدُوا إِلا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا{ الإسراء: 23[وَقَالَ }فَلا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلا تَنْهَرْهُمَا{ الإسراء: 23[. وَلَمَّا بَعَثَ اللَّهُ تَعَالَى مُوسَى إِلَى فِرْعَوْنَ أَمَرَهُ بِالرِّفْقِ مَعَهُ فَقَالَ }فَقُولا لَهُ قَوْلا لَيِّنًا{ طه: 44[وَالسَّبَبُ فِيهِ أَنْ يَصِيرَ ذَلِكَ

رِعَايَةً لِحَقِّ تَرْبِيَتِهِ إِيَّاهُ فَالْأَبُ أَوْلَى بِالرِّفْقِ۔
فَالْجَوَابُ أَنَّ أَبَاهُ لَمَّا كَانَ مُصِرًّا عَلَى كُفْرِهِ اسْتَحَقَّ التَّغْلِيظَ، وَأَنْ يُخَاطَبَ بِالْغِلْظَةِ زَجْرًا لَهُ عَنْ ذَلِكَ الْقَبِيحِ وَقَدْ قَالَ فُقَهَاؤُنَا: يَجُوزُ لِلْمُسْلِمِ قَتْلُ قَرِيبِهِ الْكَافِرِ الْحَرْبِيِّ لَا فَرْقَ فِيهِ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ مَحْرَمًا لَهُ أَوْ غَيْرَ مَحْرَمٍ، وَإِنْ كَانَ مَكْرُوهًا كَرَاهَةَ تَنْزِيهٍ إِلَّا أَنْ يَسْمَعَهُ يَسُبُّ اللّٰهَ تَعَالَى أَوْ رَسُولَهُ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَلَا يُكْرَهُ لَهُ قَتْلُهُ وَبِالْجُمْلَةِ فَيَنْبَغِي لِذَلِكَ الْقَائِلِ أَنْ يَرْجِعَ عَنْ قَوْلِهِ الْمَذْكُورِ الْمُوَافِقِ لِأَهْلِ الْبِدْعَةِ إِلَى اعْتِقَادِ الْحَقِّ الَّذِي أَطْبَقَ عَلَيْهِ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ، وَقَدْ قَالَ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - »سَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي ثَلَاثًا وَسَبْعِينَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً وَهِيَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي« وَلَا شَكَّ أَنَّ الشِّيعَةَ مِنَ الِاثْنَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَقَالَ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - »عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ« وَعَنْ أَبِي سُرَيْجٍ الْخُزَاعِيِّ قَالَ »خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَقَالَ أَلَيْسَ تَشْهَدُونَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ قَالُوا بَلَى قَالَ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ طَرَفُهُ بِيَدِ اللّٰهِ وَطَرَفُهُ بِأَيْدِيكُمْ فَتَمَسَّكُوا بِهِ فَإِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوا وَلَنْ تَهْلِكُوا بَعْدَهُ أَبَدًا« وَقَالَ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - »مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ« وَقَالَ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - »الِاقْتِصَادُ فِي السُّنَّةِ أَحْسَنُ مِنَ الِاجْتِهَادِ فِي الْبِدْعَةِ« وَقَالَ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - »مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ« وَقَالَ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - »أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ سَيِدِنَا مُحَمَّدٍ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ«، وَقَالَ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - »إِنِّي أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي مِنْ ثَلَاثٍ مِنْ زَلَّةِ عَالِمٍ وَمِنْ هَوًى مُتَّبَعٍ وَمِنْ حُكْمٍ جَائِرٍ« وَقَالَ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - »إِنَّ اللّٰهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ حَتَّى يَدَعَ بِدْعَتَهُ« وَقَالَ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - »لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ تَعَالَى لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا وَلَا حَجًّا وَلَا عُمْرَةً وَلَا جِهَادًا وَلَا صَرْفًا وَلَا عَدْلًا يَخْرُجُ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ

الْعَجِينِ .«وَقَالَ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - »لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ مِثْلَ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا مِثْلُ نَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا إلَّا هَالِكٌ۔

(فتاوی رملی: ۴/ ۳۲۱ تا ۳۲۹، المکتبہ الاسلامیہ)

ترجمہ: اگر کسی نے رسول اللہ ﷺ کے آباء یا انبیاء کرام علیہم السلام کے آباء میں سے کسی کو کافر کہہ دیا۔

آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا: کہ اگر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا انبیاء کرام میں سے کسی کے آباء میں سے کسی ایک کو کافر کہہ دیا اور اس بات کا انکار کرے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر تھے۔ اور یہ ذکر کرے کہ آزر ان کے چچا تھے۔ اور ان کے والد نہیں تھے تو ایسے شخص کی بات درست ہے یا وہ خطا پر ہے؟

تو آپ نے جواب دیا:

کہ مذکورہ شخص اپنی بات میں خطا پر ہے اور اس میں شیعہ کی پیروی پر گامزن ہے۔ اور وہ قرآن اور سنت صحیحہ کی مخالفت کر رہا ہے اور اس مذہب کی جس پر اہل سنت وغیرہ ہیں۔

قرآن پاک کی اس وجہ سے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

و اذقال ابراھیم لابیه آزر اتتخذ اصناما الھة انی اراک و قومک فی ضلال مبین۔الانعام ۷۴) اسی طرح اللہ کا قول (**واذکر فی الکتاب ابراھیم انه کان صدیقا نبیا۔مریم ۱۲**) اور فرمایا (**و اذقال لابیه یا ابت لم تعبد مالا یسمع و لا یبصر و لا یغنی عنک شیئا۔مریم ۴۲**

اور رہا مذکورہ قائل کا یہ کہنا کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے اور ان کے والد نہیں تھے۔ تو یہ مردود بات ہے۔ کیونکہ کسی لفظ کو حقیقت سے موڑ کر مجاز کی طرف لے جانا جائز نہیں مگر کسی دلیل سے۔ اور اس شخص کے پاس اس بارے میں کوئی دلیل نہیں۔ اور تحقیق کے ساتھ ائمہ تفسیر اور اہل سنت وغیرہ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر تھے۔ اور ان کا اختلاف صرف ان کے نام میں ہے۔ تو محمد بن اسحق، ضحاک، کلبی اور سعید بن عبدالعزیز کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا

نام آزر تھا۔ اور وہی تارح بھی ہیں۔ جیسا کہ اسرائیل اور یعقوب۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان کا نام آزر تھا اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ ان کا نام تارح تھا۔ اور بہت سے مفسرین نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام سریانی زبان میں تارح تھا اور اس کے علاوہ (دیگر زبانوں میں) آزر تھا۔ اور مقاتل وغیرہ کا کہنا ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد کا لقب ہے۔ اور ثعلبی نے کتاب العرائس میں ذکر کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا وہ نام جوان کے والد نے رکھا وہ تارح تھا۔ لیکن جب وہ نمرود کے ساتھ اس کے قیمتی خزانے کا محافظ بن گیا تو اس نے ان کا نام آزر رکھ دیا۔ اور مجاہد اور سدی نے بھی دو اقوال میں سے ایک قول میں اور ان کے علاوہ دیگر حضرات نے کہا ہے کہ آزر ایک بت کا نام تھا۔

اور احادیث صحیحہ جو ابراہیم علیہ السلام کے والد کے کافر ہونے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں بہت کثیر تعداد میں ہیں۔ چنانچہ ابونعیم اور دیلمی نے حضرت انس کی روایت ذکر کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بیٹے پر باپ کا یہ حق ہے کہ اس کو اسی طرح پکارے جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو پکارا جبکہ انہوں نے اپنے والد کو اے میرے والد کہہ کر پکارا۔ اور اس کو نام سے نہ پکارے۔

اور سدی نے فرمایا کہ آزر اپنی زوجہ کے ہاں داخل ہوا تو اپنی بیوی کو پایا کہ وہ حیض سے پاک ہو چکی ہے تو اس کے ساتھ مباشرت کی اور اسی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہو گئے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ نمرود اپنی مردوں کو معسکر کی طرف لے گیا اور ان کو عورتوں سے جدا کر دیا۔ تاکہ وہ بچہ پیدا نہ ہو جائے (جو اس کی سلطنت کو ختم کر دے)۔ تو اللہ نے جتنا چاہا تھا اس وقت تک اسی طرح رہا۔ پھر اس کو شہر میں کوئی حاجت درپیش ہو گئی۔ تو اس نے اپنی قوم میں سے سوائے آزر کے کسی پر بھی اعتماد نہیں کیا۔ تو انہی کو بلایا اور کہا کہ مجھے کچھ ضرورت درپیش ہو گئی ہے۔ تو میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اس کی نصیحت کروں اور میں تمہیں اس کے لیے نہ بھیجتا اگر مجھے تم پر اعتماد نہ ہوتا۔ تو میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ اپنے اہل وعیال کے

قریب مت جانا تو انہوں نے کہا کہ میں اپنے دین پر اس سے زیادہ حرص کرنے والا ہوں۔
تو ان کو اپنی ضرورت بتادی تو وہ شہر چلے گئے اور وہ ضرورت پوری کرلی۔ پھر بولا کہ کیوں نا اپنے اہل وعیال کے ہاں بھی داخل ہو جاؤں اور ان کی خبر لوں۔ تو ان کے ہاں داخل ہو گئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ پر نظر پڑی تو خود کو روک نہ سکے۔ اور اس کے ساتھ مباشرت کرلی۔ اور اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حمل ٹھہر گیا۔ اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین مسلمان نہیں بلکہ کافر تھے۔ کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے وفات پا گئے تھے بلکہ آپ کی ولادت سے بھی پہلے۔ اور علماء کا صرف اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو دوبارہ زندہ کیا گیا اور کیا وہ آپ پر ایمان لائے یا نہیں؟ کیونکہ ابوبکر خطیب نے کتاب السابق واللاحق اور ابوحفص عمر بن شاہین نے اپنی کتاب الناسخ والمنسوخ میں اپنی اپنی سندوں سے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے ساتھ حجۃ الوداع ادا کیا تو آپ میرے ساتھ حجون کی گھاٹی پر گزرے اس حال میں کہ آپ بہت غمگین تھے اور رو رہے تھے۔ تو میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کی وجہ سے رونے لگی پھر آپ نیچے اتر گئے اور فرمایا اے حمیرا ء پکڑ لو تو میں اونٹ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت دیر تک مجھ سے دور رہے۔ پھر میری طرف اس حال میں آئے کہ خوش اور مسکرا رہے تھے۔ تو میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ مجھ سے اس حال میں جدا ہوئے کہ رو رہے تھے اور غمگین تھے تو میں بھی آپ کے غم کے باعث رونے لگی اور پھر میری طرف اس حال میں آئے کہ خوش اور مسکرا رہے ہیں۔ تو اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سب کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی والدہ آمنہ کی قبر پر گیا اور اپنے رب سے دعا مانگی کہ انہیں زندہ کردے تو انہیں زندہ کر دیا گیا اور مجھ پر ایمان لائی اور پھر اللہ نے اسی حال میں واپس کر دیا۔ مگر اس کی سند مجہول ہے۔ سہیلی نے الروض الانف میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے آپ کے والدین کو

زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ اور یہ روایت اس حدیث کو منسوخ کرتی ہے جو مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا اے اللہ کے رسول میرے والد کہاں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آگ میں جب وہ پیچھے مڑ گیا تو آپ نے اسے بلایا اور کہا کہ تیرا اور میرا والد دونوں آگ میں ہیں۔

اور حدیث مسلمہ بن برید الجعفی کو بھی منسوخ کرتا ہے جس میں ہے: کہ جب آپ علیہ السلام نے میری حالت دیکھی تو فرمایا کہ: اور میری والدہ تیری والدہ کے ساتھ ہے۔

اور بلاشبہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے والدین کے ایمان کے بارے میں حدیث موضوع ہے جسے قرآن عظیم رد کرتا ہے اللہ تعالی نے فرمایا:

وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَھُمْ کُفَّار'' (اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول کی جاتی ہے جو کفر کی حالت میں مرجاتے ہیں) اور اللہ نے فرمایا: فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِر''

(یعنی پس وہ کفر کی حالت میں مرجائے تو اس کے اعمال برباد ہو گئے)۔

پس جو شخص کفر کی حالت میں مرجائے تو اس کو دنیا میں لوٹنے کے بعد ایمان لانا فائدہ نہیں دیتا بلکہ جو شخص (عذاب کے یا موت) معائنے کے وقت ایمان لائے تو اسے بھی فائدہ نہیں دیتا تو دوبارہ لوٹنے کے بعد (ایمان لانا) کیسے فائدہ دے گا؟۔

اور تفسیر میں یہ بھی ہے: کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

* کاش مجھے علم ہوتا کہ میرے والدین کس حالت میں ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيْمِ (اور آپ سے جہنم والوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا) اور اس کو حافظ ابوالخطاب محمد بن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: اس میں نظر ہے۔ اس وجہ سے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل اور خصائص آپ کی وفات تک پے در پے جاری رہے تو یہ بات انہی میں سے ہوگی جس کا اللہ تعالی نے انہیں فضیلت اور عزت بخشی ہے۔ اور ان (والدین کریمین) کا زندہ ہوجانا اور ان پر ایمان لانا نہ عقلا محال ہے اور نہ شرعا۔ کیونکہ قرآن پاک میں بنی اسرائیل کے اس مقتول کے زندہ ہوجانے اور اپنے قاتل کی خبر دینے کا ذکر موجود ہے اور عیسی علیہ السلام

مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اور اسی طرح ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں پر بھی اللہ تعالی نے ایک جماعت کو زندہ کیا پس جب یہ سب ثابت ہے تو ان (والدین کریمین) کی وفات کے بعد ان کے ایمان لانے سے کوئی مانع نہیں تا کہ آپ علیہ السلام کی فضیلت اور اکرام میں مزید اضافہ ہو جائے۔ جبکہ اس کے ساتھ روایت بھی اس بارے میں موجود ہے۔ تو کفر کی حالت میں مرنے والوں کے بارے میں تخصیص ہو گی۔

اور یہ جو کہا ہے کہ: پس جو شخص کفر کی حالت میں مر جائے۔۔ الخ

تو یہ مردود کلام ہے کیونکہ روایت موجود ہے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کے لیے غروب ہو جانے کے بعد سورج کو دوبارہ لوٹایا۔ اس کو ابو حفص الطحاوی نے ذکر کر کے فرمایا کہ یہ حدیث ثابت ہے پس اگر سورج کو دوبارہ لوٹانا سود مند نہ ہوتا اور تجدد وقت کے ساتھ تجدد نہ آتا۔ تو آپ کے لیے سورج نہ لوٹائی جاتی۔ تو اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ کرنا ان کے ایمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے لیے فائدے مند ہے۔

اور بے شک اللہ تعالی نے قوم یونس علیہ السلام کا ایمان اور توبہ عذاب کا سامنا کرنے کے باوجود قبول کر لیا۔ جیسا کہ بعض اقوال میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہی بات ظاہر قرآن ہے۔ اور رہی آیت مبارکہ کا جواب تو یہ ان کے ایمان لانے سے پہلے اور عذاب میں ہونے کے وقت کی بات ہے۔

اور حافظ شمس الدین بن ناصر الدمشقی فرماتے ہیں:

حبا اللہ النبی مزید فضل علی فضل و کان بہ رؤوفا

اللہ تعالی نے نبی علیہ السلام کو ایک سے بڑھ کر ایک فضیلت سے نوازا اور اللہ تعالی ان پر مہربان تھے۔

فاحیا امہ و کذا اباہ = لایمان بہ فضلا لطیفا فسلم بہ فالقدیم بذا قدیر

پس آپ کی والدہ کو زندہ کر دیا اور اسی طرح آپ کے والد کو بھی تا کہ وہ آپ پر ایمان

لائیں (اور) ایک لطیف فضیلت ہے۔ پس اس کو تسلیم کرلو کیونکہ قدیم (اللہ کی ذات) اس پر قدرت رکھنے والا ہے

اگرچہ اس بارے میں وارد شدہ حدیث ضعیف ہے۔ پس اس طرح وہ (والدین کریمین) نیک بخت کامیاب لوگوں میں سے ہوگئے۔۔ اللہ تعالی کے اس فرمان کی وجہ سے:

قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ

یعنی آپ کہہ دیجیے ان کافروں سے کہ اگر وہ باز آجائیں تو ان کا پہلے کیا ہوا سب کچھ ان کے لیے معاف کردیا جائے گا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ: **الاسلام یجب ما قبلہ**۔ یعنی اسلام پہلے (یعنی کفر) کے زمانے کے سب (گناہ) کاٹ دیتا ہے (یعنی مٹادیتا ہے)۔ اور اللہ تعالی کے اس فرمان کی وجہ سے: **وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى** اور عنقریب اللہ تعالی آپ کو (وہ سب دے گا) کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی یہ بھی تھی کہ ان کے والدین میں سے کوئی بھی دوزخ کی آگ میں نہ جائے اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میں نے اپنے رب سے یہ دعا مانگی کہ میرے اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں داخل نہ ہو تو اللہ تعالی نے مجھے یہ دیدیا۔

اس حدیث کو محب الدین الطبری نے ذخائر العقبی میں ذکر کیا ہے۔ اسی وجہ سے جب قاضی ابوبکر بن العربی جو ائمہ مالکیہ میں سے ہیں۔ ان سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو کہتا ہے: کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد آگ میں ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ جس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد آگ میں ہیں وہ ملعون ہے اللہ تعالی کے اس ارشاد کی وجہ سے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

بے شک جو لوگ اللہ واس کے رسول کو اذیت اور تکلیف پہنچاتے ہیں ان پر اللہ تعالی کی لعنت ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور اس سے بڑی کوئی بات نہیں کہ

آپ ﷺ کے والد کے بارے میں کہا جائے کہ وہ جہنم کی آگ میں ہے.

پس اگر ان کے (یعنی والدین کریمین کے) کافر نہ ہونے پر اس بات سے دلیل پکڑنے کی بات کی جائے کہ آپ دونوں بعثت کے زمانے سے پہلے وفات پا گئے تھے اور بعثت سے پہلے عذاب کسی کو نہیں دیا جاتا کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا یعنی ہم عذاب نہیں دینے والے جب تک ہم رسول نہ بھیج دیں۔ اور اشاعرہ کے ائمہ جو متکلمین اور علمائے اصول ہیں اور علماء شافعیہ اور فقہاء سب اس بات پر متفق ہیں کہ جو ایسی حالت میں وفات پا گیا کہ اس کو دعوت نہ پہنچی ہو تو وہ نجات کی حالت میں وفات پا گیا اور یہ کہ کسی کے ساتھ اس وقت تک قتال جائز نہیں جب تک اس کو اسلام کی دعوت نہ دی جائے۔

تو اس بات کا جواب یہ ہے:

اس قائل کے لیے اس آیت میں کوئی دلیل نہیں کیونکہ: اس آیت **وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا** کا معنی یہ ہے: کہ جب تک دلائل واضح نہ کیے جائیں اور شریعتوں کی پہچان نہ کرائی جائے۔ پس اس آیت کا مدلول یہ ہوگا کہ:

*اللہ تعالی کسی کو اپنے رسولوں میں سے کسی ایک کو بھیجنے اور شریعت آنے سے پہلے عذاب نہیں دیتا۔ اور اس زمانے کو زمانہ فترت کہتے ہیں پس جو زمانہ حضرت عیسی علیہ السلام اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتوں کے درمیان ہے وہ زمانہ فترت نہیں ہے کیونکہ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کی شریعت پر تب عبادت اور عمل کرتے رہے جب تک وہ ہمارے نبی کی شریعت سے منسوخ نہ کی گئی۔

اور آپ علیہ السلام کے والد ان مشرکین میں سے تھے جو حضرت عیسی علیہ السلام کی شریعت پر عمل ہوتے ہوئے بھی بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ہمارے ائمہ نے کہا ہے کہ جن کے لوگ کے آباء و اجداد حضرت عیسی علیہ السلام کی بعثت کے بعد بھی یہودیت میں داخل ہو گئے تو ان کو جزیے پر نہیں رہنے دیا جائے گا کیونکہ وہ ایک باطل دین

پر ٹھہر گئے اور فضیلت ساقط ہوگئی۔ اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابہ میں فرمایا ہے کہ: بحیرآ ء راہب جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی تھی اس کے بارے میں مجھے علم نہیں کہ انہوں نے بعثت کا زمانہ پایا یا نہیں۔ جبکہ ابن مندہ اور ابونعیم نے ان کو اپنی اپنی کتابوں میں صحابہ کے زمرے میں ذکر کیا ہے۔ پس بالجملہ وہ نصرانی دین پر وفات پا گئے اس کا دین محمدی سے منسوخ ہوجانے سے پہلے رہا۔ اور رہا اللہ تعالی کا یہ فرمان: اَلَّذِیْ یَرَاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ اور تَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب رات کی نماز فرض ہوئی تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کے گھروں کا چکر لگایا تا کہ آپ دیکھ سکیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں کیونکہ آپ ان صحابہ سے ظاہر ہونے والے طاعات کے بارے میں بہت حریص تھے۔ تو دیکھا کہ ان کے گھر گویا کہ بھڑوں کے چھتے ہیں۔ کیونکہ ان سے بہت کثرت کے ساتھ تلاوت کلام پاک اور تسبیح و تہلیل سنا جا رہا تھا۔ تو اللہ تعالی کے اس ارشاد **و تقلبک فی الساجدین** سے مراد آپ علیہ السلام کا سجدہ گزاروں پر چکر لگانا ہے یا اس سے مراد آپ علیہ السلام کا جماعت میں ہونا ہے پس ان کا سجدہ کرنے والوں میں پلٹنے سے قیام رکوع وسجود کی حالت میں انہی صحابہ کے درمیان ہونا اور ان کے ساتھ اختلاط کرنا مراد ہے اور یا اس کا معنی یہ ہے کہ جب بھی آپ اٹھتے ہیں اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شریک ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالی پر آپ کی حالت مخفی نہیں ہوتی یعنی جب آپ ان کے ساتھ دینی امور میں مشغول ہوجاتے ہیں (تو اللہ تعالی آپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور اس پر آپ کی حالت مخفی نہیں ہوتی) اور یا اس سے مراد آپ علیہ السلام کا اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں پر نظر دوڑانا مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی دلیل سے:

رکوع سجود کو پورا کرو میں تمہیں اپنے پیچھے سے دیکھ سکتا ہوں اور رہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ قرائت:

لَقَدْ جَائَکُمْ رَسُوْل" مِنْ اَنْفَسِکُمْ۔ یعنی فاء کے فتحے کے ساتھ تو اس کا مطلب یہ ہے: تم میں سے سب سے شریف سب سے افضل اور سب سے زیادہ عزتمند نسب والا جیسا

کہ صحیح حدیث میں ہرقل کے ابوسفیان سے سوال (کے جواب) میں وارد ہوا ہے: **کان أول ما سالنی عنه أن قال کیف نسبه فیکم؟ قلت هو فینا ذو نسب قال هرقل و کذلک الرسل تبعث فی نسب قومها**

یعنی: پس پہلا سوال جو اس نے مجھ سے کیا وہ یہ تھا کہ ان کا نسب تم لوگوں میں کیسا ہے؟۔تو میں نے کہا: کہ وہ ہم بہت اعلی نسل والے ہیں تو ہرقل نہیں کہ (اللہ کے) رسول اسی طرح اپنے قوم کے ہی (اعلی) نسل میں بھیجے جاتے ہیں

اور رہا آپ علیہ السلام کا یہ فرمان:

کہ میں ہمیشہ سے ہی پاک وطاہر پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا آیا ہوں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے نسب میں کوئی زنا سے نہیں آیا۔پس تحقیق کے ساتھ کلبی نے کہا ہے کہ میں نے آپ علیہ السلام کی پانچ سو دادیوں کو جمع کر کے لکھا تو ان میں سے کسی میں بھی زنا کاری یا وہ کام نہیں پائے جو اہل جاہلیت میں تھے۔پھر اگر کہا جائے کہ اللہ تعالی کا یہ ارشاد:

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ لِاَبِیْهِ آزَرَ یہ خود اس بات پر دلیل ہے کہ آزر آپ کے چچا تھے والد نہیں تھے کیونکہ اس میں آزر کو راء کے ضمے سے بھی پڑھا گیا ہے بطور نداء۔اور اپنے باپ کے ساتھ بات شروع کرتے وقت اس کو اپنے اصلی نام سے پکارنا ایذاء رسانی کی اعلی اقسام میں سے ہے جبکہ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حلم (بردباری) نقل فرمائی چنانچہ فرمایا:

اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ لَحَلِیْم "اَوّٰه" مُّنِیْب"

تو ایک حلیم شخص کے ساتھ کیسے اپنے والد کے ساتھ ایسی جفا کشی لائق ہے؟

اور اللہ تعالی نے فرمایا:

وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلاَّ تَعْبُدُوْ اِلاَّ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً

اور تمہارے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی اور والدین کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو

اور فرمایا: وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا

(اور والدین کو اف (تک) نہ کہو اور نہ جھڑک ان کو)

اور جب حضرت موسی علیہ السلام کو اللہ نے فرعون کی طرف بھیجا تو ان کو فرعون کے ساتھ نرمی کا حکم فرمایا۔ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلاً لَّيِّناً (پس اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنا)

اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ بات ان کی طرف سے ان کی تربیت کرنے کے حق کی رعایت ہو جائے گی (یعنی فرعون نے جو حضرت موسی علیہ السلام کو پالا اور ان کی تربیت کی تھی۔ یہ نرمی اس حق کی رعایت کے لیے ہوگی)۔ پس اپنا والد تو نرمی کا اور بھی حقدار ہوا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

جب ان کا والد کفر کرنے پر اصرار کرتا رہا تو وہ سختی کرنے کا حقدار ٹھہرا اور اس بات کا حقدار ٹھہرا کہ اس کو سختی سے مخاطب کیا جائے تا کہ اس کو اس قبیح عمل سے زجر ہو۔ اور تحقیق کے ساتھ ہمارے فقہاء نے فرمایا ہے کہ: مسلمان کے لیے اپنے قریبی رشتہ دار حربی کافر کو قتل کرنا جائز ہے اس میں اس بات کا کوئی فرق نہیں کہ وہ اس کا محرم رشتے دار ہو یا غیر محرم۔ اگرچہ یہ مکروہ تنزیہی ہے مگر یہ کہ اس کو اللہ ورسول کو گالیاں دیتے ہوئے سنے تو پھر اس کا قتل کرنا مکروہ بھی نہیں۔

پس بالجملہ اس قائل کو چاہیے کہ اپنے اس مذکورہ قول سے جو کہ اہل بدعت کے موافق ہے۔۔ حق کی طرف رجوع کرلے جس پر سلف اور خلف کا اتفاق ہے۔

جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ میری امت 73 فرقے ہو جائے گی جو سب کے سب آگ میں ہونگے سوائے ایک کے اور وہ وہی ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ شیعہ ان 72 فرقوں میں سے ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرے اور خلفاء راشدین مہدیین (ہدایت یافتہ) کی سنت کو لازم پکڑو۔ تم لوگ

اس (سنت کو) دانتوں سے مضبوطی سے پکڑ لو اور دین میں نئی نئی چیزوں (بدعات) سے بچتے رہنا کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے ۔

اور ابوسریح الخزاعی فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ ہم پر نکل آئے اور فرمایا: کیا تم لوگ اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ اکیلا اس کا کوئی شریک نہیں اور (اس بات کی) کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو لوگوں نے کہا: کیوں نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: اس قرآن پاک کا سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں ہے تو تم لوگ اس پر عمل کرتے رہو کیونکہ تم اس (پر عمل کرنے) کے بعد کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگے اور نہ ہلاکت میں پڑو گے۔

اور فرمایا آپ علیہ السلام نے:

جس نے میری امت کے بگاڑ کے وقت میری سنت کو لازم پکڑا اس کے لیے سو شہیدوں کے برابر اجر ہے۔

اور فرمایا: الإقتصاد فی السنة احسن من الاجتهاد فی البدعة

یعنی مسنون طریقے پر میانہ روی سے چلنا بدعت میں محنت اور کوشش سے اچھا ہے

اور فرمایا آپ علیہ السلام نے:

جس نے ہمارے اس دین میں وہ چیز ایجاد کر دی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ اور فرمایا آپ علیہ السلام نے:

امابعد: بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے اور سارے کاموں میں بدترین کام نئے نئے طریقے ہیں (یعنی دین کے نام سے نئے طریقے جاری کرنا) اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور فرمایا آپ ﷺ نے:

میں اپنی امت پر تین چیزوں سے ڈرتا ہوں عالم کی غلطی اور خواہشات جن کی پیروی کی جائے اور ناانصافی والے فیصلے سے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالی ہر صاحب بدعت کو توبہ کرنے سے محروم رکھتا ہے جب تک وہ اپنی بدعت نہ چھوڑے۔

اور آپ علیہ السلام نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالی بدعت کرنے والے کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ فرض عبادت نہ نفل وہ اسلام سے اس طرح نکلتا ہے جیسے آٹے سے بال نکلتا ہے۔

اور آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ کی قسم میں تم کو ہموار میدان کی سی حالت پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کے دن اور رات برابر ہیں، اس سے صرف ہلاکت میں پڑنے والا ہی ہٹے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہاں علامہ رملی شافعیؒ کا یہ تاریخی فتوی ختم ہوا۔ اللہ اکبر! اللہ کی رحمتیں ہوں ان پاک طینت اکابر پر۔ مفتی حنیف قریشی صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس فتوے کو بار بار تعصب کی عینک اتار کر پڑھیں آپ کی کتاب کے قریبا تمام اہم دلائل کے تار پور بکھیر کر رکھ دئے ہیں۔ حضرت تو آپ جیسوں کو بدعتی فرما رہے ہیں اور آپ ان جیسوں کو معاذ اللہ گستاخ ونسب رسول ﷺ میں طعن کرنے والا کہہ رہے ہیں۔ اب انصاف سے جواب دیں ہم آپ کی مانیں یا ان اکابر کی؟ آپ بڑے عاشق ہیں یا یہ اکابر؟ اس لئے خدارا اس غلط موقف سے رجوع کر کے توبہ تائب ہو جائیں۔

یہ وہ مقام ہے کہ جہاں سوچنا پڑا
اب خودکشی کریں کہ حوالے لکھا کریں

بریلوی اکابر کے حوالہ جات

(۱) رضا خانی مذہب کے مدون اول فضل رسول بدایونی صاحب ہیں وہ لکھتے ہیں:

''نسب میں پاکیزگی یعنی باپ دادا کی رذالت اور ماؤں کی بدکاری کے عیب سے سلامتی، نہ کہ کفر اور اس جیسی باتوں سے سلامتی کہ یہ نبی کیلئے شرط نہیں جیسا کہ آزر (ابراہیم علیہ السلام کا باپ) اور اس جیسے دوسرے لوگ''۔

(المعتقد المنتقد، ص۱۸۱، ۱۸۲، مکتبہ برکات المدینہ کراچی)

(۲) مولوی اللہ دتہ صاحب رضا خانیت کے بہت بڑے مفسر و مناظر مانے جاتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

''مفسرین کرام کا یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ کے تمام اصول مومن تھے ان کی حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک وہ کفر و شرک کی آلودگی سے پاک تھے جب تک یہ نور پاک ان کی پشتوں اور رحموں میں رہا پس جب یہ نور پہلے سے بعد والے میں منتقل ہوا تو پہلے کا غیر خدا کی عبادت کرنا ممکن ہے پس آزر سے جب یہ نور پاک اس کے بیٹے ابراہیم کی طرف منتقل ہو گیا تو پھر اس نے بتوں کی پوجا کرنی شروع کر دی اور اس نور کے انتقال سے پہلے آزر نے غیر خدا کی عبادت نہیں کی''۔

(کاشف کید الثعلب، ص۹۹)

آگے لکھتے ہیں:

''اہل سنت کے نزدیک وہی بات صحیح تر ہے جو عارف صاوی اور علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہما نے فرمائی کہ جب تک اس نور مبارک کا تعلق ان اصلاب اور ارحام سے رہا ان کا پاکیزہ رہنا لازم تھا لیکن جب یہ

نور پاک ان سے منتقل ہو گیا بعد میں کفر و شرک سے ملوث ہونے سے کوئی چیز بھی مانع نہ تھی اور یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ جو جگہ کسی معزز مہمان کے ٹھرنے کیلئے تجویز کی جاتی ہے اسے مہمان کے آنے سے پہلے اور مہمان کی موجودگی تک صاف ستھرا لازمی طور پر رکھا جاتا ہے لیکن وہ مہمان جب وہاں ٹھرنے کے بعد چلا جایئے پھر اس جگہ کی ستھرائی میں فرق آنے سے کوئی چیز بھی مانع نہیں''۔

(کشف کید الثعلب، ص ۱۰۱)

(۳) اسی طرح مفتی خلیل خان قادری برکاتی مترجم سبع سنابل میں لکھتے ہیں:

''کبھی روشنی سے آگ پیدا ہوتی ہے کبھی آگ سے روشنی ابراہیم خلیل اللہ آزر بت پرست سے پیدا ہوئے اور کنعان نوح علیہ السلام سے''۔

(سبع سنابل مترجم، ص ۹۴)

(۴) منظر الاسلام بریلی شعبہ فارسی کے صدر مدرس علامہ شمس بریلوی لکھتے ہیں:

''علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں تارح ابن ناخور ہی کو آزر کہتے ہیں''۔

آگے لکھتے ہیں:

''امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی جو حدیث بطور استدلال پیش کی ہے اس میں وضاحت کے ساتھ آپ کے والد کا نام آزر مذکور ہے **یلقی ابراھیم اباہ آزر یوم القیامۃ** الخ

آگے لکھتے ہیں:

''اور ایسی ہی روایت کی ہے جو حضرت قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے بطریق عتبہ بن عبد الغافر سے انہوں نے روایت کی ہے ابی سعید سے انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے جو سابقہ حدیث کے مثل ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کیا تم نے بتوں کو اپنا خدا بنا رکھا ہے بے شک میں تم کو اور تمہاری قوم کو ایک کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں یہ اشارہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ

حضرت ابراہیم کے باپ کا نام آزر تھا اور تمام اہل نسب (نسابین) جن میں حضرت ابن عباسؓ بھی شامل ہیں کہتے ہیں (اس بات پر انہوں نے اتفاق کیا ہے) کہ آپ کے باپ کا نام تارح تھا جس کو یہودی اور عیسائی تارخ (خائے نقطہ دار) کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس بت کا نام جس کی تارح پرستش کرتا تھا آزر تھا اسی کے نام سے اس کا لقب آزر رکھ دیا''۔

(نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۱۳۲ تا ۱۳۴)

(۵) بریلوی شیخ التفسیر مولوی فیض احمد اویسی صاحب نے علامہ ابن کثیرؒ کی کتاب ''قصص الانبیاء'' کا ترجمہ کیا ہے چنانچہ وہ اس میں لکھتے ہیں (گذشتہ کچھ عبارت لکھنے کے بعد)

''ابن جریر فرماتے ہیں کہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کا نام آزر تھا اور ہوسکتا ہے کہ اس کے دو نام ہوں جو بطور علم استعمال ہوتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں سے ایک لقب ہو اور دوسرا نام ہو بہرحال یہ احتمال صحیح ہے اور اسے بالکل رد نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ اعلم''۔

(قصص الانبیاء، ص ۸۶)

(۶) مفتی مظہر اللہ شاہ دہلوی فرماتے ہیں:

''جب سات برس کے ہوتے ہوئے آپ نے اپنی والدہ سے دریافت کیا میرا رب یعنی میرا پالنے والا کون ہے؟ انہوں نے کہا میں پھر فرمایا تمہارا رب کون ہے؟ انہوں نے کہا تمہارا باپ۔ پھر فرمایا ان کا رب کون ہے؟ اس وقت والدہ نے کہا خاموش رہو اور اپنے شوہر یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر کو یہ قصہ سنایا''۔

(تفسیر مظہر القرآن: ۱/ ۳۹۱)

امید کرتا ہوں کہ قریشی صاحب اینڈ کمپنی انصاف و دیانت کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے ان اکابر کو بھی انہی فتووں سے نوازیں گے جو انہوں نے اس سے پہلے ایک ''دیوبندی'' کے حق میں صادر کئے ورنہ ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ ہاتھی کے دانت

دکھانے کے اور ہیں اور کھانے کے اور۔

مفتی حنیف قریشی صاحب کے دلائل کا جائزہ

دلیل نمبر ۱: اَلَّذِیْ یَرَاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ

(سورۃ الشعرآء، آیت نمبر ۲۱۸، ۲۱۹)

(وہ اللہ) جو تمہیں (اے محبوب ﷺ) دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور سجدہ کرنے والوں میں تمہارے دورے کو۔

اس آیت میں سجدہ کرنے والوں میں ''دورہ'' سے مراد سرکار ﷺ کا نسل در نسل مومنین کی پشتوں سے مومنات کے رحموں میں منتقل ہونا ہے اور ہماری اس تفسیر پر درج ذیل شواہد موجود ہیں۔ (آزر کون تھا؟ ص ۱۴)

{**جواب**}: قارئین کرام! غور فرمائیں قریشی صاحب نے ثابت تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا ایمان کرنا تھا مگر جو پہلی دلیل دی اس میں نہ تو حضور ﷺ کے والدین نہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے ایمان کا دور دور تک کوئی ذکر ہے نہ ہی اس میں یہ کہا گیا ہے کہ جو ان کو مومن نہ مانے وہ گستاخ ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں ہم نے جو آیات پیش کی ہیں وہ اپنے مدعی پر تقریب تام ہیں۔ محض خیالی صغرے و کبرے ملا دینے کا نام تو دلیل نہیں ہوتا۔

البتہ مفتی صاحب کی خدمت میں ان ہی کے گھر سے ایک حوالہ حاضر خدمت ہے۔ اس آیت سے نبی کریم ﷺ کے جمیع آباء کے مومن ہونے پر استدلال کے متعلق رضا خانی مناظر و مفسر مولوی اللہ دتہ وسن پوری لکھتے ہیں:

> ''اس آیت سے نبی اکرم ﷺ کے باپ داداؤں کے ایمان پر استدلال پکڑنا یہ رافضیوں ہی کا کام ہے''۔

(کاشف کید الثعلب، ص ۱۰۱)

واقعی ؎

پہنچی خاک وہیں جہاں کا خمیر تھا

بہرحال اب ملاحظہ فرمائیں مفسرین کرامؒ سے اس آیت کی صحیح تفسیر۔

(۱) علامہ سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ) سے اس کی تفسیر منقول ہے:

سعید ابن جبیرؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''الذی یراک حین تقوم قال فی صلوتک و تقلبک فی الساجدین قال کما کانت تقلب الانبیاء قبلک''۔

جو دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو نماز میں اور سجدہ کرنے والوں میں تمہارے دورے کو جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے انبیاء دورہ کرتے تھے۔

حضرت عکرمہؒ وقتادہؒ سے اس کی تفسیر یہ منقول ہے:

قیامہ و رکوعہ و سجودہ و جلوسہ

یعنی وہ دیکھتا ہے آپ کے قیام رکوع سجود و جلوس میں دورہ کرنے کو۔

حضرت قتادہؒ ہی سے منقول ہے:

''فی الصلوۃ یراک وحدک و یراک فی الجمیع

آپ کو نماز میں دیکھتا ہے جب آپ تنہا پڑھتے ہیں اور جب آپ مسلمانوں میں جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

اور حضرت مجاہدؒ ہی سے مصلین یعنی نمازیوں میں دورہ کرنے کی تفسیر بھی منقول ہے

:قیامک و رکوعک و سجودک... یراک انت مع الساجدین تقوم و تقعد

(تفسیر درمنثور ۶/ ۳۳۰، تفسیر ابی حاتم: ۲۸۲۷، تفسیر طبری: ۱۷/ ۶۷۰)

ایک تفسیر اس کی یہ بھی منقول ہے کہ جس طرح آپ سامنے سے دیکھتے ہیں اسی طرح نماز میں پیچھے سے بھی دیکھتے ہیں اس تفسیر کو مختلف سندوں کے ساتھ ابن جریر و علامہ سیوطیؒ نے اس مقام پر اپنی تفاسیر میں نقل کیا ہے۔ (درمنثور، طبری)

جمہور سے اس آیت کی تفسیر

علامہ ابن جوزیؒ (متوفی ۵۹۷ھ) اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یراک وحدک و یراک فی الجماعة و ھذ قول الاکثرین منھم قتادة

(زاد المسیر فی علم التفسیر: ۳/ ۳۵۰)

یعنی وہ اللہ آپ کو دیکھتا ہے اکیلے نماز پڑھتے ہوئے اور جماعت کے ساتھ۔

اسی طرح علامہ ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:

قال ابو جعفر و اولی الاقوال فی ذالک بتاویله قول من قال تاویله و یری تقلبک مع الساجدین فی صلاتھم معک حین تقوم معھم و ترکع و تسجد لان ذالک ھو الظاھر من معناه فاما قول من وجھه الی ان معناه تقلبک فی الناس فانه قول بعید من المفھوم بظاھر التلاوة و ان کان له وجه لانه و ان کان لا شیء الا و ظله یسجد لله فانه لیس المفھوم من قول القائل فلان مع الساجدین او فی الساجدین انه مع الناس او فیھم بل المفھوم بذالک انه مع قوم سجود السجود المعروف و توجیه معانی الکلام الی الاغلب اولی من توجیه الی الانکر

(تفسیر طبری: ۱۷/ ٦٦٩)

ابو جعفر کہتے ہیں: اس آیت کی تفسیر میں تمام اقوال میں سب سے بہتر ان کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ اس کی تفسیر یہ ہے:

و یری تقبلک فی الساجدین فی صلوتھم معک حین تقوم معھم و ترکع و تسجد

(یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے سجدہ کرنے والوں میں آپ کا پلٹنا دیکھتا ہے۔ جب تم ان کے ساتھ قیام رکوع اور سجدہ کرتے ہو)

کیونکہ اس کے معانی میں سے یہی ہی ظاہر ہے اور رہا ان لوگوں کا قول جنہوں نے اس کی توجیہ اس طرح کی ہے کہ اس کا مطلب آپ علیہ السلام کا لوگوں میں گھومنا پھرنا ہے تو

یہ ظاہر تلاوت کے مفہوم سے بہت بعید قول ہے اگر چہ اس کی بھی کوئی وجہ بنتی ہو۔ کیونکہ اگر چہ ہر چیز کا سایہ اللہ تعالی کے لیے سجدہ کرتا ہے لیکن پھر بھی کسی کا یہ کہنا کہ فلاں شخص ساجدین کے ساتھ ہے یا ساجدین کے درمیان ہے۔اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ لوگوں کے ساتھ ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ اس قوم کے ساتھ ہے جو اس معروف سجدہ سے سجدے کرتے ہیں۔ اور کلام کے معانی کی توجیہ ایسے معنی سے کرنا جو زیادہ غالب ہو بہتر ہے بنسبت اس کے کہ غیر معروف معنی کی طرف توجیہ کی جائے۔

الزامی جواب

اس کا آخری جواب یہ ہے کہ خود مفتی حنیف قریشی صاحب نے لکھا ہے کہ:

”اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال“۔ (آزر کون تھا، ص ۵۷)

جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہوجاتا ہے لہذا معترض کا استدلال باطل ہوا۔ کیونکہ اس آیت میں کئی احتمالات ہیں پس جب آیت محتمل ہوئی تو بقول آپ کے مستدل نہ ہوئی۔ اور اس آیت میں کئی احتمال ہیں چنانچہ ابن جوزیؒ لکھتے ہیں:

”فیہ ثلاثۃ اقوال“ (زاد المسیر: ۳۵۰/۳)

اس آیت کی تفسیر میں تین اقوال ہیں۔

علامہ ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں:

اختلف اھل التاویل فی تاویل ذالک (طبری: ۲۶۶/۱۷)

اہل تفسیر کا اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہوا۔

مفتی صاحب کے شواہد کے جوابات

شاہد نمبر ۱:

علامہ سیوطیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: تقلبہ فی الطھور حتی اخرجہ نبیا (الحاوی للفتاوی، دلائل النبوۃ، ص ۶۴) یعنی اے محبوب عزت والا مہربان (اللہ) مومنین کی اصلاب وارحام میں آپ کے دورے کو ملاحظہ

فرماتا رہا یہاں تک کہ آپ کو نبی پیدا کیا۔(آزرکون تھا؟، ص ۱۴)

{**جواب**}: مفتی صاحب نے ترجمہ میں خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ اصل عبارت (قطع نظر سند سے) میں ''طھور'' کا لفظ ہے انہوں نے اسکا ترجمہ ''مومنین'' سے کردیا حالانکہ طہارت کیلئے مومن ہونا شرط نہیں۔ یہاں طہور سے مراد ان کا زمانہ جاہلیت میں کسی زنا و بدکاری میں مبتلا نہ ہونا ہے اور بہت سے مشرک و کفار گزرے ہیں جنہوں نے حالت کفر میں بھی زنا نہیں کیا اور زنا کی نجاست سے پاک رہے۔ ملا علی قاریؒ علامہ سیوطیؒ کے اس استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ماذکرہ مردود علیہ بما اشرنا الیہ بان المراد بالحدیث ماورد من طرق متعددۃ منھا:

مااخرجہ البیھقی فی دلائل النبوۃ عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ماافترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ تعالی فی خیرھما فما خرجت من ابوین فلم یصبنی شیء من سھر الجاھلیۃ و خرجت من نکاح و لم اخرج من سفاح من لدن آدم علیہ السلام حتی انتھیت الی ابی و امی فانا خیرکم نفسا ای روحا و ذاتا و خیرکم ابا ای نسبا و حسبۃ۔

و منھا ما اخرجہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ من طرق عن ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعا :لم یلتق ابوای قط علی سفاح لم یزل اللہ عز و جل یتقلبنی من الاصلاب الطیبۃ و الارحام الطاھرۃ صافیا مھذبا لاینشعب شعبتان الا کنت فی خیرھما۔

و منھا ما اوردہ البیھقی فی سننہ :ماولدنی من سفاح الجاھلیۃ شیء ما ولدنی الا نکاح الاسلام

(معتقد ابی حنیفۃ، ص ۱۱۴، ۱۱۵)

ترجمہ: جو کچھ علامہ سیوطیؒ نے فرمایا مردود و باطل ہے جیسا کہ ہم ماقبل میں اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ اس حدیث سے مراد یہ نہیں (کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمیع اباواجداد مسلمان تھے) بلکہ خود مختلف احادیث میں اس کی وضاحت آئی ہے کہ (اس سے مراد یہ ہے

کہ آپ ﷺ کے اباواجداد میں سے کوئی زنا میں ملوث نہیں رہا) چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ اللہ نے جب بھی لوگوں کو کسی اکائی میں سے دوئی میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہترین میں سے بنایا اور مجھے ایسے ماں باپ سے پیدا کیا جن کی طرف سے مجھے جہالت کی کوئی عیب (بدکاری) نہیں پہنچی میں نکاح کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہوں بدکاری کے نتیجے میں نہیں میری پاک دامنی کا سلسلہ آدم علیہ السلام سے لیکر میرے ماں باپ تک ہے میں تم میں سے بہتر ہوں ذات حسب نسب غرض ہر اعتبار سے۔ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ میرے والدین کبھی بدکاری میں ملوث نہ ہوئے اللہ تعالی مجھے پاک اصلاب سے پاک ارحام کی طرف منتقل کرتا رہا جب بھی پشتیں الگ ہوئیں ان میں سے میں بہتر میں تھا۔

پس ان روایات اور اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ طاہر کے یہ معنیٰ نہیں کہ آپ ﷺ کے جمیع والدین مومنین تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ آپ کے آباؤاجداد زنا و بدکاری کے عیب سے پاک طاہر و مزکی تھے اور آپ ﷺ کی پیدائش معاذ اللہ بدکاری کے نتیجے میں نہیں ہوئی۔

شاہد نمبر ۲:

حضرت عطاءؓ فرماتے ہیں کہ: **بل الاولی ان یقال المراد منه تقلبک من اصلاب الطاهرین الساجدین لله الی ارحام الطاهرات الساجدات و من ارحام الساجدات الی اصلاب الطاهرین الموحدین والموحدات حتی یدل ان اباء النبی (ﷺ) کلهم کانوا مومنین**

(تفسیر مظہری، ج ۷، ص ۸۹، ۹۰)

یعنی اولی اور اصح یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دور سے مراد ہے کہ آپ ﷺ پاک اور اللہ کے آگے سجدہ کرنے والوں کی پشتوں سے جب سجدہ کرنے والی پاک بیبیوں کے بطون میں اور پاک سجدہ ریز بیبیوں کے ارحام سے پاک موحد لوگوں کی پشتوں میں منتقل ہو رہے تھے تو اللہ تعالی آپ کے اس انتقال کو دیکھ رہا تھا (قاضی صاحب فرماتے ہیں) یہاں سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے تمام آباواجداد (حضرت آدم

سے لیکر حضرت عبداللہ تک) مومنین تھے۔ (آزر کون تھا، ص ۱۴، ۱۵)

{**جواب**}:

نقل روایت وترجمہ میں بدترین خیانت

مفتی صاحب نے نقلِ عبارت اور ترجمہ کرنے میں جس بد دیانتی وخیانت کا مظاہرہ کیا ہے اسے دیکھ کر تو یہودی بھی شرما جائیں نہ معلوم مفتی صاحب کے پیش نظر تفسیر مظہری ہے بھی یا نہیں؟ یا کسی اپنے بڑے کے رسالے سے بس حوالے نقل کر رہے ہیں۔ تفسیر مظہری کی اصل عبارت یوں ہے:

''و قال عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہ اراد تقلبک فی اصلاب الآباء من نبی الی نبی لکن فی هذا التاویل لیس کمال المدح لاشتراک قریش بل جمیع الناس فیه بل الاولی ان یقال المراد منه تقلبک من اصلاب الطاهرین الساجدین لله الی ارحام الطاهرات الساجدات و من ارحام الساجدات الی اصلاب الطاهرین الموحدین والموحدات حتی یدل ان اباء النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کلهم کانوا مومنین

(تفسیر مظہری: ۵ / ۳۱۱ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حضرت عطاء کی روایت میں ابن عباسؓ کا ایک قول آیا ہے کہ تقلب سے مراد ہے آباواجداد کی پشتوں میں منتقل ہونا لیکن اس تفسیر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی خاص مدح نہ ہوگی کیونکہ یہ منتقل ہونا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ تمام قریش بلکہ تمام بنی نوع آدم یونہی پشت در پشت منتقل ہوتے چلے آئے ہیں بلکہ زیادہ مناسب واضح بات یہ ہے کہ تقلب سے مراد........... (اس کے بعد وہی عبارت ہے جو مفتی صاحب نے پیش کی)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں مفتی صاحب نے کتنا بڑا دھوکا دیا حضرت ابن عباسؓ کا قول جو بروایت ابن عطاءؒ ہے وہ صرف اسی قدر ہے جتنا ہم نے خط کشیدہ عبارت کی صورت میں نقل کیا اس سے آگے جو مفتی صاحب نے عبارت نقل کی وہ قاضی صاحبؒ کی ذاتی رائے ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی مدح نہیں اس لئے

کہ سارے قریش بلکہ سارے بنی نوع آدم انبیاء کی اولادوں میں سے ہیں اس میں پھر حضور ﷺ کی کیا خصوصیت رہ گئی؟ اس لئے اس روایت کی تردید کرتے ہوئے ایک خود ساختہ مطلب نکالا چونکہ قاضی صاحبؒ خود بھی وہی موقف رکھتے ہیں جو مفتی صاحب کا ہے اس لئے انہیں جمہور کی رائے وموقف سے خروج کرنا پڑا۔

حضرت عطاء بن سائبؒ کی یہ روایت مندرجہ ذیل کتب تفاسیر، سیرت وسیر میں بھی ہے مگر کسی نے وہ عبارت نقل نہیں کی جو مفتی قریشی صاحب نے حضرت عطاء کی طرف منسوب کر کے نقل کی جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ عبارت حضرت عطاء کی روایت نہیں بلکہ قاضی صاحبؒ کی ذاتی رائے ہے۔

(اللباب :۱۵ / ۹۶، تفسیر ابی حاتم :۲۸۲۸، تفسیر ثعلبی :۷ / ۱۸۴، تفسیر بغوی: ۶ / ۱۳۴، السیرۃ النبویۃ:۱ / ۲۹۲، الشفاء:۱ / ۱۷، مختصر تاریخ دمشق:۱ / ۱۱۹)

پھر موصوف نے ''حتی یدل'' کا ترجمہ کیا: ''(قاضی صاحب فرماتے ہیں) یہاں سے یہ استدلال کیا گیا''، حالانکہ اہل علم حضرات کے پاس یہ عبارت لے جا کر کوئی شخص بھی اس کا ترجمہ کروا سکتا ہے عربی سے معمولی شد بد رکھنے والا بھی اس کا ترجمہ صرف اسی قدر کرے گا کہ: ''تا کہ یہ دلالت کرے''، یعنی میں نے جو حضرت عطاء کے قول سے مخالف قول اختیار کیا یہ اس لئے تا کہ یہ آیت ایمان ابوین پر دلالت کرے کیونکہ حضرت عطاء کے قول سے اس موقف پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ مگر مفتی صاحب کو اس دھوکے کی ضرورت اس لئے پیش آئی تا کہ ماقبل والی عبارت کو حضرت عطاء کا قول قرار دیا جائے اور عوام کو یہ دھوکا دیا جائے کہ قاضی صاحب کا قول یہاں سے شروع ہوتا ہے حالانکہ انہوں نے جو عبارت پیش کی وہ ساری کی ساری قاضی صاحبؒ کی ہے۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

شاہد نمبر ۳:

علامہ آلوسیؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

"و جوز حمل علیہ رحمۃ اللہ القلب علی النقل فی الاصلاب ان یراد بالساجدین المومنون (روح المعانی زیر آیت) یعنی (اس آیت میں) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دورہ فرمانے کو سرکار کے پشت در پشت ہونے پر محمول کرنا درست ہے اور الساجدین سے مراد اس صورت میں مومنین ہوگا۔ (آزر کون، ص ۱۵)

{**جواب**}: علامہ آلوسیؒ ان متاخرین علماء میں سے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان کے قائل ہیں اور ہم پہلے ہی اس مسئلہ کو متاخرین میں اختلافی تسلیم کر چکے ہیں لہذا اس قسم کے اقوال ہمارے مدعیٰ کے خلاف نہیں البتہ علامہ آلوسیؒ خود اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں:

"انی لا اقول بحجیة الآیة علی هذا المطلب"

(روح المعانی: ۱۰ / ۱۳۵)

میں یہ نہیں کہتا کہ یہ آیت یقینی طور پر اس مدعی یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان پر دلالت کرتی ہے۔

پس جب خود انہیں اس استدلال پر یقین نہیں تو اس کی بنیاد پر پوری امت مسلمہ کی تکفیر و تفسیق کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

شاہد نمبر ۴:

علامہ سیوطیؒ کا قول پیش کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاک ارحام سے پاک ارحام کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ مگر یہ آزر کے مسلمان ہونے پر دلالت نہیں کرتا اس کا جواب ہم شاہد نمبر ا کے ذیل میں دے چکے ہیں۔

شاہد نمبر ۵، ۶، ۷:

علامہ شنقیطی اور تفسیر صاوی کے حوالے سے "ساجدین" کا معنیٰ "مومنین" کیا ہے اور علامہ صاوی فرماتے ہیں کہ نسب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرک سے پاک تھا حضرت آدمؑ سے لیکر

حضرت عبداللہ تک کسی نے بھی بت کو سجدہ نہیں کیا (آزر کون تھا، ص ۱۷ تا ۱۸)

صاوی کا یہ قول قرآن وحدیث کے خلاف، جمہور امت کے مخالف ہے نیز مفسر بھی ہمارے نزدیک غیر معتبر ہے اس لئے اس کا یہ قول بلا دلیل ہمارے لئے حجت نہیں۔

شاہد نمبر ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۷

ان شواہد کے ذیل میں مفتی صاحب حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ کا تقلب ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی طرف ہوتا رہا۔ امام قرطبی کے حوالے سے نقل کیا کہ: مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے آباء آدم، نوح اور ابراہیم علیہم السلام کی پاک پشتوں میں منتقل ہونا ہے۔ یہی قول امام رازیؒ، امام ماوردیؒ، علامہ خازنؒ، علامہ اسمٰعیل حقیؒ سے نقل کیا۔ (ملخصا آزر کون تھا، ص ۱۸ تا ۲۱)

{**جواب**}: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی اس روایت کا رد تو خود ماقبل میں ہم نے قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ سے کر دیا کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ تمامی قریش انبیاء کی اولادوں میں سے ہیں ان کا تقلب ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف ہوتا رہا۔ بلکہ انہوں نے کہا کہ کل بنی نوع کو یہ فضیلت حاصل ہے۔ تو اب قریشی صاحب جواب دیں کہ کیا تمام بنی نوع آدم کے آباء واجداد کے ایمان کے قائل ہیں؟ آخر نہیں تو خود ہی اپنی روایت کا انکار کر دیا اگر ہاں تو پھر جواب دیں کہ دنیا میں کوئی کافر بھی ہوا کہ نہیں؟

پھر جن جن مفسرین کے نام یہاں قریشی صاحب نے لئے ان سب سے ماقبل میں ہم آزر کا کافر ہونا ثابت کر چکے ہیں اور یہ بھی کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے تو ان صریح اقوال کو چھوڑ کر ادھر ادھر کے صغرے کبرے ملانا کہاں کی دیانت ہے؟

نیز دیگر علماء سے جو قول نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آباء میں سے حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے تو اس کا کون کافر منکر ہے؟ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب میں بعض انبیاء علیہم السلام کا آجانا اس کو کب مستلزم ہے کہ

آپ ﷺ کے جمیع آباء بشمول آزر مسلمان تھے؟ علامہ حلبیؒ حضرت ابن عباسؓ ہی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ مستقل طور پر مذکورہ نبیوں کے علاوہ غیر نبیوں کے نطفوں میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی والدہ نے آپ ﷺ کو جنم دیا یعنی مراد یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے آباء میں انبیاء بھی شامل ہیں سب انبیاء نہیں''۔ (سیرت حلبیہ: ۱ / ۱۰۸)

صاحب روح البیان علامہ اسمٰعیل حقیؒ لکھتے ہیں:

''و ھذا لا ینافی وقوع من لیس نبیا فی آبائہ فالمراد وقوع الانبیاء فی نسبہ''۔ (روح البیان: ٦ / ۳۱۳)

یہ روایت اس کے منافی نہیں کہ آپ ﷺ کے آباء میں غیر انبیاء نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے آباء میں انبیاء بھی تھے۔ نیز یہی اسمٰعیل حقی جس کے حوالے آپ پیش فرمارہے ہیں لکھتے ہیں:

''واستدل الرافضۃ علی ان آباء النبی علیہ السلام کانوا مومنین''

(روح البیان: ٦ / ۳۱۳)

اس روایت سے روافض (شیعہ) نے نبی کریم ﷺ کے جمیع آباء کے مومن ہونے پر استدلال کیا۔

جیسا کہ اس وقت قریشی صاحب کر رہے ہیں۔ یعنی

جن پتوں پر تکیہ تھا وہی ہوا دینے لگے

شاہد نمبر ۱۳، ۱٦:

تفسیر نیشاپوری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ نبی پاک ایک سجدہ کرنے والے کی پشت سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی پشت میں انتقال کو دیکھ رہا تھا اور اس تفسیر پر سرکار کی حدیث تاکید کے طور پر لائی جاتی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا میں ہمیشہ پاک باپوں

سے پاک ماؤں کے رحموں میں منتقل ہوا۔

(آزرکون تھا،ص ۲۰)

تفسیر قشیری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

یعنی آیت میں تقلب سے مراد اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا اپنے مسلمان آباء کی پشتوں میں پشت در پشت منتقل ہونا ہے کہ جو اللہ کی معرفت رکھتے ہوئے سجدہ کرتے تھے سوائے ان کے جو اللہ کو نہیں جانتے تھے''۔(آزرکون،ص ۲۱)

مفتی صاحب کی خیانتیں

نہ معلوم کہ مفتی صاحب جان بوجھ کر حوالہ جات کی نقل میں خیانت کرتے ہیں یا موصوف کی اصل کتب تک رسائی ہی نہیں اور کسی دوسرے رسالے سے ان حوالہ جات کو نقل کرتے ہیں ۔بہرحال تفسیر نیشاپوری کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں جس میں خیانت کر کے موصوف نے اپنا عقیدہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ۔شیخ نظام الدین الحسن بن محمد نیشاپوری (متوفی ۸۵۰ھ) لکھتے ہیں:

''**قالت المعتزلة و من یجری مجراھم ان احدا من آباء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما کانوا کافرا و فسروا قولہ تقلبک فی الساجدین بانتقالہ من ساجد الی ساجد واکدوا بما روی انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لم ازل انتقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات**''۔(نیشاپوری: ۳/ ۱۰۳)

معتزلہ اوران کے ہم عقیدہ (جیسے قریشی صاحب) لوگوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اباء میں سے کوئی بھی کافر نہ تھا اوراپنے اس قول کی تائید میں آیت وتقلبک فی الساجدین کی تفسیر یوں کرتے ہیں ....الخ (اس کے آگے وہی عبارت ہے جس کا ترجمہ قریشی صاحب نے پیش کیا)

غورفرمائیں صاحب تفسیر تو اس قول کو معتزلہ کی طرف منسوب کررہے ہیں مگر برا ہو دجل وفریب کا کہ قریشی صاحب اس کو صاحب تفسیر کا عقیدہ بتا کر پیش کررہے ہیں۔حیرت

کی انتہاء تو یہ ہے کہ خود صاحب تفسیر آگے معتزلہ کے اس قول کی پرزور تردید کرتے ہیں کہ اس کی یہ تفسیر درست نہیں کیونکہ اس میں دیگر اقوال ہیں اور حدیث لم ازل جو پیش کی اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے آباء میں سے کسی نے بدکاری نہیں کی:

قولہ لم ازل محمول علی انہ لم یقع فی نسبہ ما کان سفاحا''

(نیشاپوری: ۳/ ۱۰۳)

اب فیصلہ ہم قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں کہ کیا اسی دھوکے و رضاخانیت کا نام عشق رسول ﷺ اور حقانیت اہلسنت ہے؟ صاحب تفسیر تو اسی آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اس آیت سے شیعہ نے جمیع آباء الرسول کے ایمان پر استدلال کیا ہے اور تقلب سے مراد آپ ﷺ کی روح ایک ساجد سے دوسرے ساجد میں منتقل ہونا مراد لیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے اور اہل السنۃ نے ان سے ان کے اس عقیدے پر اختلاف کیا ہے اور حدیث کی صحت میں بھی۔ مگر کمال ہے کہ مفتی صاحب اسی مردود عقیدہ کو صاحب تفسیر کے ذمہ لگا کر پیش کر رہے ہیں:

''و قد احتج بالآیۃ علماء الشیعۃ علی مذھبھم ان آباء النبی ﷺ لا یکونون کفارا فقالوا اراد تقلب روحہ من ساجد الی ساجد کما فی الحدیث ۔۔۔و ناقشھم اھل السنۃ فی التاویل المذکور و فی صحۃ الحدیث''۔ (تفسیر نیشاپوری: ۵/ ۲۲۸)

اسی طرح تفسیر اضواء البیان پیش کی اس میں بھی خیانت کا مظاہرہ کیا کیونکہ اس سے آگے ہی لکھا ہوا ہے کہ: **کآدم و نوح و ابراھیم و اسمعیل** یعنی مومنین سے مراد جمیع آباء بشمول آزر کا مومن ہونا نہیں بلکہ اس سے مراد یہ اولوالعزم انبیاء مراد ہیں۔

مفتی صاحب روافض کے نقش قدم پر

قارئین کرام! ویسے تو مفتی حنیف قریشی صاحب اور ان کے ہم نوا اہل السنۃ کے

چیمپئن بنتے ہیں لیکن آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ جن آیات سے استدلال کر کے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمیع آباء کو مسلمان ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور نہ ماننے والوں کو گستاخ ونسب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ آور کہہ رہے ہیں یہ تمام دلائل بمع اس عقیدہ کے انہوں نے روافض سے سرقہ کیا ہے چنانچہ صاحب تفسیر نیشاپوری کا حوالہ ابھی ماقبل میں گزرا کہ اس آیت سے جمیع آباء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان پر شیعہ نے استدلال کیا ہے۔مزید علامہ رازی لکھتے ہیں:

''قالت الشیعة ان احدا من آباء الرسول علیه الصلوة والسلام و اجداده ما کان کافرا۔۔۔ و یدل علیه وجوه منها قوله الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین''۔(تفسیر رازی:۱۳/۴۱)

شیعہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اباء واجداد میں سے کوئی بھی کافر نہ تھا اور اس عقیدہ پر مختلف دلائل دلالت کرتے ہیں من جملہ یہ بھی ہے **الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین**۔

صاحب بحر محیط لکھتے ہیں:

''ان آزر عم ابراهیم و لیس اسم ابیه و وهو قول الشیعة یزعمون ان اباء الانبیاء لایکونوان کفارا و ظواهر القرآن یرد علیهم''

(تفسیر بحر محیط:۴/۱۶۹)

کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے اور یہ ان کے والد کا نام نہ تھا اور یہ قول شیعہ کا ہے جو کہ گمان کرتے ہیں کہ انبیاء کے آباء واجداد کافر نہیں ہو سکتے حالانکہ قرآن کے نصوص ان کے اس باطل عقیدہ کا رد کرتے ہیں۔

مفتی صاحب کی دوسری دلیل

مفتی صاحب کی اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں کافروں کو ''شر البریۃ'' کہا گیا ہے اور مومنین کو ''خیر البریۃ'' کہا گیا ہے (سورۃ البینہ) اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے

زمانے کو خیر قرون کہا علامہ سیوطیؒ نے فرمایا کہ کافر خیر قرون کے اطلاق کا اہل نہیں۔ نیز ایک روایت میں ہے کہ روئے زمین پر ہر زمانے میں کم از کم سات مسلمان ضروری ہیں پس معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا نسب حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عبداللہ تک ''خیر'' یعنی مومن ہے لہذا نہ تو حضرت عبداللہ مشرک ہیں نہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر ہیں کیونکہ وہ آپ ﷺ کے آباء میں سے ہیں۔

(آزر کون تھا، ص ۲۵ تا ۲۶)

{**جواب**}: سورہ بینہ کی آیت میں ''شر البریۃ'' کا معنی یہ بھی لکھا گیا ہے:

''قال قوم هم شر البرية الذى كانوا فى عصر النبى ﷺ''۔

(اللباب: ج ۲۰ / ۴۴۲)

شر البریۃ سے مراد آپ ﷺ کے زمانے کا کافر و مشرک ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ آزر حضور ﷺ کے زمانے میں نہ تھے تو اس تفسیر کی رو سے تو قریشی صاحب کے سارے استدلال کا خاتمہ ہو گیا۔ کیونکہ ان کا استدلال تب ہی تام ہوگا جب اس سے ہر دور کے کافر مراد ہوں گے۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا:

''المشركون هم اهل الكتاب ايضا''۔ (تفسیر نیشاپوری: ۶ / ۵۴۲)

مشرکین سے مراد بھی اہل کتاب ہیں یعنی یہود و نصاری۔ نہ کہ مکہ کے مشرکین و آزر پس یہ لوگ اہل کتاب میں سے نہیں تو قریشی صاحب کی دلیل یہ آیت کیسے بن سکتی ہے؟ نیز ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے: **''اعمالا، مقاما، مصيرا''** (روح المعانی: ۳۰ / ۲۰۵)

یعنی اعمال اور آخرت میں ٹھکانے اور مقام کے اعتبار سے شر البریۃ ہیں۔ اور نبی پاک ﷺ نے جو اپنے خاندان کو اعلی و خیر کہا وہ خاندانی حسب و نسب اور عزت کی وجہ سے ہے نہ کہ آخرت اور یہ بات بالکل درست ہے کہ ایک آدمی عقیدے کے اعتبار سے تو درست نہ ہو مگر خاندانی وجاہت، عزت و شرافت میں اقران میں سب سے ممتاز ہو۔ پس معارضہ نہ ہوا۔ نیز قریشی صاحب نے جو علامہ سیوطیؒ کے حوالے سے ''خیر القرون'' اور

’’مختار‘‘ وغیرہ کے الفاظ سے استدلال کرتے ہوئے جمیع اباء الرسول ﷺ کو مومن ثابت کرنے کی کوشش کی تو علامہ ملا علی قاریؒ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’پھر تو تمام قریش کو مسلمان ماننا چاہئے کہ حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ ’’فاختار منهم العرب‘‘ بلکہ ساری دنیا کو مسلمان ماننا چاہئے کہ اللہ کا ارشاد ہے ’’و فضلناهم على كثير ممن خلقنا تفضيلا‘‘۔ (معتقد ابی حنیفہ، ص ۱۱۸، ۱۱۹)

قریشی صاحب! کیا کافروں پر: ’’چنا ہوا، مصطفی، اختیار کیا ہوا، مختار، فضل والے‘‘ کا اطلاق آپ ہی کے اصول سے درست ہے؟ پھر خود جو روایت پیش کی اس کے الفاظ و ترجمہ یوں ہے:

’’بعثت من خير القرون بنى آدم قرنا فقرنا حتى كنت من القرن الذى كنت معه

اللہ تعالی نے اس زمانے تک کہ جس میں میں ہوں اولاد آدم کے خیر قرون میں بھیجا ہے‘‘۔ (آزر کون تھا، ص ۲۴، ۲۵)

اس روایت میں حضور ﷺ اپنے آباء کو نہیں بلکہ سارے زمانے کو ’’خیر القرون‘‘ سے یاد فرما رہے ہیں تو کیا ان زمانوں میں پیدا ہونے والے ہر ہر فرد کے آباء کو الی آدم علیہ السلام مسلمان مانا جائے؟ ایک روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا:

’’ثم حين جعل القبائل جعلنى فى خير قبيلة‘‘

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج ۱ / ۱۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قریشی صاحب اس روایت میں حضور ﷺ نے پورے قریش قبیلہ ہی پر ’’خیر‘‘ کا اطلاق کیا ’’خیر البریة‘‘ والا اصول تو آپ کو یاد ہوگا تو کیا تمام قریشی قبیلہ کے آباء الی آدم علیہ السلام مومن و موحد تھے؟ کیونکہ آپ کا تو عقیدہ ہے کہ کافر خیر البریۃ نہیں ہوسکتا۔ جب آدمی صحیح عقیدہ کو چھوڑ دے تو اسی قسم کے ڈھکوسلوں میں سرگرداں حیران و پریشان رہتا ہے۔

پھر موصوف فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پورے نسب میں عہد جاہلیت کی خرابی اور زنا کاری کا سلسلہ کبھی نہیں ہوا''۔ (آزر کون، ص ۲۶) حالانکہ ماقبل میں تفصیل گزر چکی ہے کہ زنا کاری کا نہ ہونا اسلام کو مستلزم نہیں یہ ممکن ہے کہ آدمی کافر ہو لیکن بدکاری میں کبھی ملوث نہ ہوا ہو مزید تفصیل آگے بھی آجائے گی۔

موصوف عقلی گھوڑا دوڑاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جب اللہ تعالی کو اپنے نبی ﷺ کے نسب میں جاہلیت کی خرابیوں میں سے زنا، بدکاری کی خرابی اور گناہ گوارہ نہیں تو اس عالی شان نسب میں سب سے بڑی خرابی اور گناہ کفر اور شرک کیسے گوارہ ہوسکتا ہے''۔ (آزر کون تھا، ص ۲۷)

قریشی صاحب! اس طرح کے جذبانی الفاظ شاید خطابت میں تو کام آجائیں لیکن دلائل کے میدان میں دلیل درکار ہوتی ہے خطیبانہ قصے کہانیوں کا یہاں کیا کام؟ اس عقلی قیاس پر آپ ہی کی زبانی:

> ''یہ کہاں سے قانون وقاعدہ اخذ کیا ہے؟ اگر نقلی ہے تو حوالہ دیجئے اور اگر عقلی ہے تو والسلام علی من اتبع الھدی''۔

(آزر کون تھا، ص ۸۵)

خدا کے بندے یہ ضروری نہیں کہ جو پاکباز ہو وہ مسلمان بھی ہو۔ اور جو زانی ہو وہ لازمی طور پر کافر بھی ہو۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھی مگر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ زنا میں ملوث نہ تھی آپ کے اس اصول سے تو ان کا مومنہ ہونا تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق تھی لیکن آپ کے علماء نے لکھا کہ توبہ کر کے ایمان لائیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کی زوجہ بنی۔ نیز آپ کے اس قانون کو کل کو کوئی رافضی وسعت دیکر یہ کہہ دے کہ اللہ تعالی کو حضرت علی یا حضور کے خاندان میں کفر وشرک جیسی گندگی گوارہ نہیں اس لئے ابوطالب بھی مسلمان ہے تو آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟

ماکان جوابکم فھو جوابنا

قریشی صاحب کی تیسری دلیل

موصوف صغرے کبرے ملاتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ میں ارحام الطاھرۃ سے پیدا ہوا ہوں **لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبۃ الی الارحام الطاھرۃ مھذبا**............اور مشرکوں کے بارے میں اللہ فرماتا ہے **انما المشرکون نجس** مشرک تو نجس ہیں حالانکہ حضور ﷺ نے اپنے نسب کو پاک کہا اور اس نسب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بھی ہیں تو وہ بھی مومن ہوں گے''۔

(آزر کون تھا ملخصا، ص ۲۷، ۲۸)

{**جواب**}: مفتی صاحب نے جو روایت پیش کی اس کے بارے میں مفتی صاحب کے ممدوح اسمعیل حقیؒ لکھتے ہیں:

''لا یدل علی الایمان بل علی صحۃ انکحۃ الجاھلیۃ کما قال علیہ السلام فی حدیث آخر حتی اخرجنی من ابوی لم یلتقیا علی سفاح قط''۔ (روح البیان ۶: / ۳۱۳)

یہ روایت حضور ﷺ کے والدین کے ایمان پر دلالت نہیں کرتی بلکہ زمانہ جاہلیت کے نکاح کے درست ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ میرے آباء میں کوئی بدکاری میں ملوث نہیں ہوا۔

اور مفتی صاحب ہی کے ممدوح شیخ نظام الدین نیشاپوریؒ متوفی ۸۵۰ھ اس حدیث کے جواب میں شیعہ کو کہتے ہیں:

''قولہ لم ازل محمول علی انہ لم یقع فی نسبہ ما کان سفاحا''۔

(تفسیر نیشاپوری: ۳ / ۱۰۳)

یہ حدیث محمول ہے اس بات پر کہ آپ کے نسب میں کوئی زانی نہیں ہے۔ ملا علی قاریؒ نے بھی اس حدیث سے اباء الرسول کو مومن ہونے پر استدلال کو رد کیا ہے تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

باقی ''انما المشرکون نجس'' سے معارضہ پیش کرنا بھی جہالت ہے۔لگتا ہے مفتی صاحب صرف نام کے مفتی ہیں یا مفتی ازمفت ہیں۔کبھی فقہ کی کتب پڑھی یا پڑھائی ہوتی تو انہیں معلوم ہوتا کہ احناف کے ہاں قاضی قضاء کیلئے مسجد میں بیٹھے گا اور اس باب میں امام شافعیؒ نے ان سے اختلاف کیا اور دلیل پیش کی کہ مشرک نجس ہے اس کا مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے۔تو احناف نے جواب دیا کہ کہ مشرک کی نجاست اعتقادی ہے جسم تو اس کا پاک ہے۔تو جناب مفتی صاحب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اباء کو جو پاک و مطہر کہا وہ جسما ہے نہ کہ اعتقادا اور آیت میں جو مشرکین کو نجس کہا جا رہا ہے وہ اعتقادا نہ کہ جسما پس دونوں کا محل ایک نہ رہا تو تناقض و تضاد کہاں سے در آیا؟

قریشی صاحب کی دلیل نمبر ۴:

اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نسب پر فخر کیا حالانکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے: ''**من انتسب الی تسعة آباء کفار یرید بھم عزا و کرامة کان عاشرھم فی النار**'' (احمد بن حنبل ،ج ۴،ص ۱۳۴ المعجم الاوسط حدیث نمبر ۴۳۴ للطبرانی)

جس نے فخر و تکبر کی وجہ سے اپنے کافر باپوں کی طرف نسبت کی وہ ان کے ساتھ دسواں ہوگا جہنم میں جانے والا۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار آباء کی طرف نسبت کرنا اور بطور فخر کے ذکر کرنا حرام ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نسب پر فخر کیا تو ماننا پڑے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پورے نسب میں کوئی بھی کافر و مشرک نہیں گزرا ورنہ فعل حرام کی نسبت کرنا پڑے گی۔(آزر کون تھا،ص ۲۹،۳۰ ملخصا)

{**جواب**}: آدمی جب تعصب میں اندھا ہوجاتا ہے تو اسے لیلیٰ نظر آتا ہے اور مجنون نظر آتی ہے۔خود قریشی صاحب نے روایت پیش کی: ''بطور فخر و تکبر کے'' اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق دل میں یہ گمان لانا بھی کفر ہے کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نسب پر بطور غرور و تکبر کے فخر کررہے ہیں۔امام حلبی صاحب سیرت حلبیہ متوفی ۱۰۴۴ھ قریشی صاحب

کے اشکال کا جواب کچھ یوں دیتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصود فخر و بڑائی کرنا نہیں بلکہ اس کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مقام اور مراتب کا اقرار فرمایا ہے اسی وجہ سے بعض روایات میں یہ لفظ آئے ہیں کہ یہ کوئی فخر کیلئے بیان نہیں کیا جا رہا بلکہ یہ بیان ہے اس بات کا جس کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے چاہے اس سے فخر لازم آتا ہو (کیونکہ یہ اصلا فخر نہیں) حقیقت میں یہ اللہ تعالی کی نعمت کی طرف اشارہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوئی اور یہ اس نعمت کا اقرار و اظہار ہے چاہے اس سے فخر لازم آتا ہو۔ (سیرت حلبیہ: ۱/ ۱۰۷)

قریشی صاحب کی دلیل نمبر ۵:

قال ینوح لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح (سورہ ھود، ۴۶)

اے نوح یہ تیرا بیٹا تیرے اہل میں سے نہیں بے شک اس کے کام اچھے نہیں ہیں۔ اگر بیٹا نافرمان ہو تو اللہ تعالی عظمت نبوت کی خاطر نبی باپ سے اس نافرمان بیٹے کا نسب قطع فرما دیتا ہے اور اعلان ہوتا ہے کہ انہ لیس من اھلک تو جب نافرمان شخص نبی کا بیٹا نہیں ہوسکتا تو ایک کافر و مشرک شخص آزر جلیل القدر نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد کیسے ہوسکتا ہے؟ (آزر کون تھا، ص ۳۱)

{**جواب**}: آدمی جب تعصب و ضد میں پاگل ہو جاتا ہے تو کیسے کیسے علمی شگوفے چھوڑتا ہے اس کی افسوسناک مثال قریشی صاحب کی یہ کتاب ہے۔ خدا کے بندے اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کا حقیقی بیٹا نہیں تھا اور بیٹے ہونا کا انکار صلبی بیٹے ہونے کی حیثیت سے کیا جا رہا ہے بلکہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

''ای من اھل دینیک لانہ کان کافرا (تفسیر مظہری: ۴/ ۳۹۹)

یعنی تیرے اہل میں سے نہیں کا مطلب یہ ہے کہ تیرے دین میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ کافر تھا۔ علامہ حقی بھی یہی فرماتے ہیں کہ اہل دو طرح کے ہیں۔ ایک اہل قرابت دوسرا اہل دین۔ یہاں اہل دین کی نفی کی جا رہی ہے نہ کہ اہل قرابت کی کیونکہ کنعان حضرت

نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ (روح البیان: ۴/ ۱۴۰)

صاحب لباب نے **لیس من اھلک** کا معنی کیا ہے: ''**ای اھلک الناجیین**'' یعنی ان لوگوں میں سے نہیں جو نجات پانے والے ہیں۔ (اللباب، ج ۲، ص ۴۰۲)

تفسیر جلالین، نیشاپوری، ابوسعود، طبری، رازی، بحر محیط، زادالمسیر، درمنثور وغیرھم میں بھی اسی تفسیر کو نقل کیا گیا ہے۔ بلکہ علامہ جریر طبریؒ نے تو حضرت حسنؒ، حضرت مجاہدؒ، حضرت ابی جعفرؒ، حضرت ابوعروبہؒ کے شاگردوں سے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ وہ آپ کے حقیقی صلبی بیٹے نہ تھے (تفسیر طبری: ۱۲/ ۴۲۵) لو جی اس صورت میں تو سارا قصہ ہی ختم۔

قریشی صاحب کی دلیل نمبر ٦

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں آزر کے ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ ہونے پر ایک دلیل یہ بھی دیتے ہیں کہ ارشاد باری تعالی ہے: (ترجمہ پر اکتفاء) اور جب حضرت ابراہیم نے اپنے اب آزر سے کہا کہ کیا تو نے بتوں کو خدا بنا لیا ہے بے شک میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔

امام رازی فرماتے ہیں:

ان ابراھیم شافه آزر بالغلظ و الجفآء فی ھذہ الآیة ابراہیم علیہ السلام نے آزر کو جھڑکا اسے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑا ہوا کہا۔ والد کو اس طرح سخت وسست کہنا درست نہیں کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے والدین کے ساتھ بھلائی کرو معلوم ہوا کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے باپ نہیں۔ (آزر کون تھا، ملخصا، ص ۳۱، ۳۲)

{جواب}:

امام رازیؒ پر بدترین جھوٹ

مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ مفتی صاحب کس دھڑلے سے جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہوئے اتنا بھی نہیں شرماتے کہ کل کو کوئی ان کے حوالہ جات کی جانچ پڑتال بھی کر سکتا ہے مگر جنہیں اللہ کا خوف نہ رہا وہ مخلوق سے کیا شرمائیں؟۔ قریشی صاحب جس دلیل کو امام

رازیؒ کے ذمہ لگا رہے ہیں وہ امام رازیؒ کی دلیل نہیں بلکہ شیعوں کی دلیل ہے جسے امام رازیؒ پیش کرنے کے بعد اس کا رد فرماتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کی اس دلیل کو ذکر کرنے کے بعد جواب دیتے ہیں:

''قلنا لعله اصر علی کفره فلاجل الاصرار استحق ذالک التغلیظ''۔ (تفسیر کبیر: ۱۳ / ۴۲)

ہم شیعہ کے جواب میں کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد آزر کے ساتھ اس سختی سے پیش آئے بوجہ آزر کے کفر پر ڈٹے رہنے کے سوا اسی واسطے وہ اس سختی کے مستحق ہوئے۔

خدا کے بندے کیوں دھوکا دیتے ہو؟ امام رازیؒ تو شیعہ کے دلائل و عقیدہ کے جواب میں اسی صفحہ پر بانگ دہل اہل سنت کا نظریہ یوں پیش کرتے ہیں:

''واما اصحابنا فقد زعموا ان والد رسول اللہ کان کافرا و ذکروا ان نص الکتاب فی ھذہ الآیۃ یدل علی ان آزر کان کافرا و کان والد ابراھیم علیہ السلام''۔

(تفسیر کبیر: ۱۳ / ۴۲)

ہمارے اصحاب کا عقیدہ اس باب میں یہ ہے کہ رسول اللہ کے آباء کافر تھے کیونکہ قرآن کی یہ آیت بانگ دہل اعلان کر رہی ہے کہ آزر کافر تھے دراں حالیکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے۔

مفتی صاحب اور ان کے ہم نوا بار بار امام رازیؒ کی اس عبارت کو پڑھیں اور جواب دیں کہ کیا عقیدہ اسی طرح دھوکا دہی سے ثابت ہوتا ہے؟ اور نیز اس عبارت کی روشنی میں امام رازیؒ پر کیا فتوی ہے وہ بھی واضح اور صاف الفاظ میں بیان کریں۔

قریشی صاحب کا یہ کہنا کہ والدین کے ساتھ تو حسن سلوک کا حکم ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اتنی سختی کیوں کی معلوم ہوا کہ آزر ان کے والد نہ تھے تو علامہ سراج

الدین دمشقی اس دلیل کے جواب میں فرماتے ہیں:

''یدل علی ان حق اللہ مقدم علی حق الوالدین''۔

(اللباب: ۱۲/ ۲۵۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے ساتھ یہ رویہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ کا حق والدین کے حق پر مقدم ہے۔ ان کا والد پر یوں غصہ ہونا اللہ تعالی کے حق کی وجہ سے تھا۔ پھر قریشی صاحب فرماتے ہیں کہ والد کے حق میں سخت الفاظ استعمال کرنا جائز نہیں یہ کار حرام ہے انہیں گمراہ نہیں کہہ سکتے حالانکہ موصوف کے اعلی حضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے الفاظ اپنے والد خواجہ ابو طالب کے بارے میں یوں نقل کرتے ہیں:

''حضور کا وہ گمراہ کافر چچا مر گیا''۔ (شرح المطالب، ص۲۹)

قریشی صاحب! اس مقام پر حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے والد کو ''گمراہ'' اور ''کافر'' کہا اب کیا آپ میں اتنی اخلاقی جرات ہے کہ اپنے ہی اصول کی روشنی میں یہ اعلان کریں کہ معاذ اللہ خواجہ ابو طالب حضرت علیؓ کے والد نہ تھے ورنہ حضرت علیؓ کی طرف فعل حرام کی نسبت کرنا پڑے گی؟

دیدہ باید۔

مفتی صاحب کی دلیل نمبر ۷:

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اور علامہ سیوطیؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے محبوب ہیں اس لئے یہ محال ہے کہ آپ کے آباء کافر ہوں۔

(ملخصا آزر کون تھا، ص ۳۲، ۳۳)

{جواب}: مفتی صاحب قرآن وحدیث کے ظاہر نصوص کے خلاف قاضی صاحبؒ یا سیوطیؒ کے اقوال کب سے ''دلیل'' بن گئے؟ ان دونوں علماء سے خود بریلوی حضرات نے بیسیوں مسائل میں اختلاف کیا ہے میرا ایک مضمون باقاعدہ ''مسلک قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ''

کے نام سے ''ترجمان احناف'' رسالے میں شائع ہو چکا ہے جس میں قاضی صاحبؒ کے کئی مسائل وعقائد نقل کئے ہیں جس سے بریلوی حضرات نے اختلاف کیا ہے۔ رہی بات علامہ سیوطیؒ کی تو انہوں نے اسی ''الحاوی للفتاوی'' میں پورا ایک رسالہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے خلاف لکھا ہے۔ علامہ سیوطیؒ کو شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ صاحب صاحب رطب و یابس لکھتے ہیں:

''سیوطی در تصانیف خود رطب و یابس بسیار می آرد''

(فتاوی عزیزی فارسی: ۲ / ۸۲)

ملا علی قاری حنفیؒ انہیں ''حاطب اللیل'' لکھ رہے ہیں (رسائل ملا علی قاری: ۳ / ۲ / ۱۳۲)

ان دونوں حضرات کے مقابلے میں خود ہم نے بیسیوں علماء کے اقوال پیش کئے کیا وہ دلائل و حجت نہیں؟ ان دونوں حضرات نے اس مسئلہ میں جمہور امت سے اختلاف کیا اور مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

''خلاف مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر بھی عمل نہیں۔۔۔ لا یعمل به لانہ قول البعض اس پر عمل نہ کیا جائے کہ یہ بعض کا قول ہے''۔

(فتاوی رضویہ: ۹ / ۳۶۵)

قریشی صاحب کی دلیل نمبر ۸:

دیوبندی حضرات کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے نشر الطیب میں نبی علیہ السلام کی مدح میں چند اشعار نقل کئے ہیں:

اکرم بہ نسبا طابت عناصرہ

اصلا و فرعا و قد سادت بہ الشبر

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب (پاک) کیسا با کرامت ہے کہ اسکے مواد پاکیزہ ہیں کہ اس کے مواد اصل و فرع دونوں اعتبار سے پاکیزہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب سے جنس بشر کو شرف حاصل ہوا۔

مطھر من سفاح الجاھلیة لا

یشو بہ قط لا نقص و لا کدر

آپ ﷺ کا نسب پاک ہے جاہلیت کی خرابی سے اور اس میں کبھی نقص و کدورت کی آمیزش نہ ہوئی۔

مافیہ الا ھمام قد سما عظما

او سید نحو فعل الخیر مبتدر

آپ کے سلسلہ نسب میں سب بڑے ہی بڑے ہیں جو عظمت میں عالی شان رکھتے ہیں یا ایسے سردار ہیں کہ محل خیر کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

حتی بدا مشر فا من والدہ و قد

تجملت بجلاہ الشمس و القمر

یہاں تک کہ آپ ﷺ منور ہو کر اپنے والدین سے ظاہر ہوئے اور یہ حالت تھی کہ آپ ﷺ کے نور سے شمس قمر بھی صاحب جمال ہو گئے۔

(نشر الطیب، ص ۱۷)

پھر صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں:

شاباش آں صدف کہ چناں پرور د گیر

آباء از و مکرم وابنا عزیز تر

اچھی ہے وہ سیپی جس سے (نبی پاک ﷺ) جیسا موتی (اپنے اندر) پالا آپ ﷺ کے اباو و اجداد بزرگی والے اور آپ ﷺ کی اولاد عزت والی۔

(آزر کون تھا، ص ۳۳، ۳۴)

{**جواب**}: اولاً تو انصاف پسند قارئین کرام غور فرمائیں کہ جب حکیم الامت مجدد دین وملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ حضور ﷺ کے آباؤ اجداد کی مدح وشان میں اتنے شاندار اشعار نقل کر رہے ہیں تو خود حضور ﷺ کی شان و عظمت میں

کیا کچھ بیان نہ کیا ہوگا جس کی ایک جھلک آپ کو ان کی مایہ ناز سیرت نبوی ﷺ پر کتاب ''نشر الطیب''میں نظر آجائے گی۔

ثانیاً جہاں تک ان اشعار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر کا مسلمان ہونا یا نبی اکرم ﷺ کے جمیع آباء کا مسلمان ہونا ثابت کرنا ہے تو یہ بھی محض سینہ زوری ہے۔اس لئے کہ ہم ماقبل میں واضح کر چکے ہیں کہ نسب کی شرافت و پاکیزگی سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مسلمان بھی ہوں۔سورہ ھود آیت ۴۶ کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''مابغت امراۃ نبی قط (تفسیر مظہری: ۵/ ۹۲۔۹/ ۳۴۶)

کسی پیغمبر کی بیوی نے کبھی زنا کا ارتکاب نہیں کیا۔

اسی طرح مفسر ابن کثیرؒ حضرت ابن عباسؓ ہی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''وقال ابن عباس وغیر واحد من السلف ما زنت امراۃ نبی قط۔۔۔وھو قول ابن عباس ھذا ھو الحق لا محید عنہ فان اللہ سبحانہ و تعالی اغیر من ان یمکن امراۃ نبی من الفاحشۃ

(تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۳۲۶،دارالطیبہ ریاض)

حضرت ابن عباسؓ اور بہت سے سلف سے منقول ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا کاری و بدکاری نہیں کی اور یہی قول درست ہے اور اس کے سوا اور طرف جانا غلطی ہے اللہ تعالی کی غیرت اس بات کو قبول ہی نہیں کر سکتی کہ اپنے کسی نبی کے گھر میں زانیہ عورت دے۔

تو اب قریشی صاحب کیا فرماتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام کی زوجہ کا کفر تو خود قرآن میں مصرح ہے آپ کے اس اصول سے تو اس پاک باز عفت مآب عورت کا مسلمان ہونا ثابت ہو رہا ہے۔غرض معلوم ہوا کہ یہ ممکن ہے کہ کوئی عفت و شرافت میں پاک وصاف اور بزرگی والا ہو مگر ہو کافر۔جیسے حضرت لوط علیہ السلام کی زوجہ کافرہ تھیں مگر اس کے باوجود سفاحۃ نہ تھی۔

قریشی صاحب کی دلیل نمبر ۹:

ابن حجر ہیتمی مکیؒ لکھتے ہیں: ''یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف میں جو لوگ انبیاء کے علاوہ ہیں چاہے مرد ہوں یا عورتیں حضور کے ماں باپ سے لیکر آدم وحواء تک ان میں سے کوئی بھی کافر نہ تھا کیونکہ کافر کے حق میں پسندیدہ (مختار) اور کریم اور پاک نہیں کہا جا سکتا بلکہ نجس کہا جا سکتا ہے جبکہ حضور کے اباء واجداد کے متعلق احادیث میں تصریح ہے کہ وہ سب پسندیدہ تھے باپ دادے عزت والے تھے اور امہات پاکیزہ تھیں''۔

(بحوالہ معتقد ابی حنیفہ ملا علی قاری، ۱/ ۱۱۸)

(آزر کون تھا، ص ۳۵)

{**جواب**}: اولاً تو یہ مفتی صاحب کی جہالت یا تجاہل عارفانہ ہے کہ امتیوں کے غیر معصوم ومرجوح اقوال کو ''دلیل'' بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ ثانیاً مفتی صاحب کی دیانت پر ایک دفعہ پھر افسوس کرتے ہیں کہ وہ ملا علی قاری حنفیؒ کی کتاب سے ابن حجر ہیتمی کا حوالہ وقول تو نقل کر رہے ہیں لیکن آگے ہی ملا علی قاری حنفیؒ نے جو اس قول واستدلال کا علمی ودنداں شکن جواب دیا ہے اس کو نقل نہیں کیا شاید اس زعم میں ہوں گے کہ ملا علی قاری حنفیؒ کی یہ کتاب صرف انہی کے پاس ہوگی بہر حال ملاحظہ ہو ملا علی قاری کا جواب ابن حجر کو:

''فمردود علیه اذ لیس فی الاحادیث لفظ صریح یشیر الیه واما المعنی فکانه اراد به لفظ المختار والکریم والاطهار وهو لا دلالة فیه علی الایمان اصلا والا فیلزم منه ان تکون قبیلة قریش کلهم مومنین لحدیث :ان الله اصطفی بنی کنانة من ولد اسمعیل واصطفی قریشا من کنانة ولم یقل به احد من المسلمین وکذا حدیث فاختار منهم العرب ولا یصح عموم ایمانهم قطعا بل لو استدل بمثل هذا المبنی لزم ان لا یوجد کافر علی وجه الارض لقوله تعالی ولقد کرمنا بنی آدم۔۔۔الی ان قال وفضلناهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا''۔

(معتقد ابی حنیفۃ :۱ / ۱۱۸، ۱۱۹)

ان کی یہ بات مردود ہے کیونکہ حدیث میں کوئی ایسا صریح لفظ موجود نہیں جو ان کی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہو۔ اور رہی معنی کی بات تو گویا ان کی مراد مختار، کریم اور اطہار جیسے الفاظ ہیں (کہ ان سے وہ ایمان پر استدلال کررہے ہیں)۔ پر ان (الفاظ) میں ایمان پر سرے سے کوئی دلالت موجود نہیں ورنہ اس سے لازم آئے گا کہ قبیلہ قریش سارا کا سارا مومن ہو۔ کیونکہ حدیث میں ہے: اللہ تعالی نے بنو کنانہ میں سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب کیا۔ اور اس بات کا تو کوئی بھی قائل نہیں (کہ سارا قبیلہ قریش مسلمان تھا) اور اسی طرح یہ حدیث بھی: پس ان میں سے عرب کو منتخب کیا۔ حالانکہ ان سب کا عمومی طور پر ایمان ہرگز درست نہیں۔ اور اگر اس طرح کے الفاظ سے استدلال کیا جائے تو لازم آئے گا کہ روئے زمین پر ایک کافر بھی نہ ہو کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے یقینا ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمایا۔

یعنی خود قریشی اور عرب بلکہ پوری بنی آدم کیلئے "مصطفی، مختار، تکریم" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں تو ابن حجر ہیتمیؒ کو چاہیئے کہ ان سب کو بھی مومن موحد مانے مگر کوئی اس کا قائل نہیں معلوم ہوا کہ فقط یہ الفاظ ایمان پر دلالت کیلئے کافی نہیں۔

قریشی صاحب کی دلیل نمبر ۱۰ اور تاریخی روایات

موصوف دلیل نمبر ۱۰ کے تحت لکھتے ہیں کہ تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ تارخ نے اپنے بیٹے ابراہیم بہو اور اپنے بھتیجے لوط کے ساتھ کلدانیوں کی سرزمین کی طرف ہجرت کی اگر تارخ مسلمان نہ تھے تو ان کے ساتھ ہجرت کیوں کی؟ نیز کئی مورخین نے لکھا ہے کہ ابراہیم کے والد کا نام آزر نہیں تارخ تھا۔

(آزر کون تھا، ملخصاص ۳۶ تا ۵۵)

{**جواب**}: ہمارا استدلال قرآن کی نص قطعی و حدیث صحیح اور جمہور امت سے

(تائیدا) ہے۔اس کے مقابلے میں بے سند تاریخی روایات پیش کرنے پر ہم وہی جواب دیں گے جو ایمان ابی طالب کو ثابت کرنے پر شیعوں نے تاریخی روایات پیش کی تو آپ کے اعلیٰ حضرت نے جواب دیا:

''اگر بالفرض صحیح بھی ہوتی تو ان احادیث جلیلہ جزیلہ صحاح اصح کے مخالف تھی لہذا مردود ہوتی نہ کہ خود صحیح بھی نہیں اب ان کے مقابل کیا التفات کے قابل''۔(شرح المطالب،ص ۷۷)

پس صحاح کے مقابلے میں صحیح حدیث بھی حجت نہیں تو بے سروپا تاریخی روایات کیا حیثیت رکھتی ہیں؟۔

پھر محض ہجرت کرنے سے ایمان کہاں ثابت ہوا؟ خواجہ ابو طالب باوجود یہ کہ کافر تھے مگر شعب ابی طالب میں مسلمانوں کے ساتھ جلاوطن رہے اور سخت تکالیف کو برداشت کیا۔تارخ یا آزر کی یہ ہجرت بھی اس لئے تھی کہ وہاں یہ حضرات ''حران'' نامی جگہ میں آباد ہوگئے تھے اور اور اس وقت یہ جگہ بھی اور جزیرہ اور شام کی سرزمین بھی کلدانیوں کی زیر سایہ تھی اور یہ سات سیاروں کی پوجا پاٹ کرتے تھے(البدایہ والنہایہ:۱/ ۱۶۰)

چونکہ وہاں بھی شرک ہی تھا تو تارخ جو کہ آزر ہی ہے اس قافلے کو وہاں لے گیا تو کیا بعید ہے؟امام ابن کثیرؒ اس سفر کے بعد کی حالت بیان فرماتے ہیں:

''و کل من کان علی وجه الارض کانوا کفارا سوی ابراهیم الخلیل و امراته و ابن اخیه لوط علیهم السلام''۔(البدایہ والنہایہ:۱/ ۱۶۰)

یعنی (اس وقت بھی) سوائے ابراہیم علیہ السلام ان کی زوجہ محترمہ اور بھتیجے لوط علیہ السلام کے تمام روئے زمین پر کفار تھے۔

اگر بقول قریشی صاحب تارخ اس ہجرت کے وقت مسلمان تھا تو ابن کثیرؒ کو اس کا ذکر بھی کرنا چاہئے تھا یہ مقام ذکر میں ذکر نہ کرنا ہی اس بات پر دلالت ہے کہ تارخ (آزر) اس وقت بھی کافر ہی تھا۔

اس کے بعد مفتی قریشی صاحب نے کئی صفحات پر مورخین سے یہ نقل کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ''آزر'' نہیں بلکہ ''تارخ'' تھا۔ حالانکہ اس دجل وفریب کو ہم دلیل اول کے ضمن میں واضح کر چکے ہیں کہ یہ دونوں نام ایک ہی شخصیت کے ہیں جنہوں نے آزر کے نام کا انکار کیا ان کا یہ قطعا مقصد نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر نہیں تھے وہ تو چچا تھے والد تو تارخ تھے جو کہ مسلمان تھے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ دونوں ہی نام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے تھے جو کافر تھے اختلاف اس میں ہے کہ اس میں حقیقی نام اور لقب کونسا ہے تو کسی نے کہا کہ آزر ان کے والد کا نام نہیں تھا یہ تو لقب تھا جس بت کی عبادت کرتے تھے اس کا نام آزر تھا بلکہ اصل نام تارخ تھا اور بعض نے کہا کہ نہیں اصل نام آزر تھا اور تارخ لقب وصفاتی نام تھا اور ایک ہی آدمی کے دو نام ہو سکتے ہیں جیسے یعقوب واسرائیل علیہ السلام۔ مفتی صاحب کی دیانت کو ایک دفعہ پھر سلام کہ جن علماء کے حوالے انہوں نے نقل کئے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا آزر نہیں انہوں نے اس تمام تفصیل کو بھی ساتھ میں بیان کیا ہے مگر قریشی صاحب اسے شیر مادر سمجھ کر بناڈ کار لئے ہضم کر گئے۔

علمائے دیوبند کی عبارات میں دجل وفریب

قریشی صاحب لکھتے ہیں: مشہور دیوبندی عالم حفظ الرحمن سیوہاروی قصص القرآن جلد اول ص ۱۰۹ پر لکھتے ہیں:

ایک مشہور قول یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد کا نام تارخ تھا اور چچا آزر اور چونکہ آزر ہی نے ان کی تربیت کی تھی اور بمنزلہ اولاد کے پالا تھا اس لئے قرآن عزیز میں آزر کو باپ کہہ کر پکارا گیا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا العم صنوابیہ چچا باپ ہی کی طرح ہے''۔ (آزر کون تھا، ص ۵۳)

{**جواب**}: نہ معلوم کیوں مفتی صاحب نے یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ وہ کوئی بھی حوالہ سیاق و سباق کے ساتھ مکمل نقل نہیں کریں گے ملاحظہ فرمائیں حضرت مولانا حفظ الرحمن

سیوہارویؒ کا حوالہ وہ کس طرح اس قول کی تردید کر رہے ہیں:

''چونکہ تاریخ اور تورات دونوں ابراہیم علیہ السلام والد کا نام تارخ بتاتے ہیں اور قرآن عزیز آزر کہتا ہے اس لئے علماء اور مفسرین نے اس مسئلہ کی تحقیق میں دو راہیں اختیار کی ہیں یعنی ایسی صورت پیدا کی جائے کہ دونوں ناموں کے درمیان مطابقت ہو جائے اور یہ اختلاف جاتا رہے۔ تحقیق کے بعد فیصلہ کن بات کہی جائے کہ ان دونوں میں کون صحیح ہے اور کون غلط؟ یا دونوں صحیح ہیں مگر دو جدا جدا ہستیوں کے نام ہیں۔ پہلے خیال کے علماء کی رائے یہ ہے کہ دونوں نام ایک ہی شخصیت سے وابستہ ہیں اور تارخ علم اسمی (اسمی نام) ہے اور آزر علم وصفی (وصفی نام) ہے۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ آزر عبرانی زبان میں محب صنم کو کہتے ہیں اور چونکہ تارخ میں بت تراشی و بت پرستی دونوں وصف موجود تھے اس لئے آزر کے لقب سے مشہور ہوا اور بعض کا گمان ہے کہ آزر کے معنی اعوج (کم فہم) یا بے وقوف اور پیر فرتوت کے ہیں اور چونکہ تارخ میں یہ باتیں موجود تھیں اس لئے اس وصف سے موصوف کیا گیا۔ قرآن عزیز میں اسی مشہور وصفی علم کو بیان کیا گیا ہے۔ سہیلی نے روض الانف میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور دوسرے خیال کے علماء کی تحقیق یہ ہے کہ آزر اس بات کا نام ہے جس کا تارخ پجاری اور مہنت تھا چنانچہ مجاہد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ قرآن عزیز کی مسطورہ بالا آیت کا مطلب یہ ہے کہ **اتتخذ آزر الھا ای اتتخذ اصناما الھة** کیا تو آزر کو خدا مانتا ہے یعنی بتوں کو خدا مانتا ہے۔ اور سمعانی کی رائے بھی اس کے قریب قریب ہے صرف نحوی اعتبار سے تقدیری کلام میں وہ ایک دوسری راہ اختیار کرتے ہیں غرض ان دونوں کے نزدیک آزر ابیہ کا بدل نہیں ہے بلکہ بت کا نام ہے اور اس طرح قرآن عزیز میں ان کے والد کا نام مذکور نہیں۔ ایک مشہور قول یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا اور چچا آزر اور چونکہ آزر ہی نے ان کی تربیت کی تھی اور بمنزلہ اولاد کے پالا تھا اس لئے قرآن عزیز میں آزر کو باپ کہہ کر پکارا گیا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا **العم صنو ابیه** چچا باپ ہی کی طرح ہے۔ علامہ عبدالوہاب نجار

کی رائے یہ ہے کہ ان اقوال میں سے مجاہد کا قول قرین قیاس ہے اور قابل قبول ہے اس لئے کہ مصریوں کے قدیم دیوتاؤں میں سے ایک نام ''ازوریس'' بھی آتا ہے جسکے معنی خدائے قوی ومعین ہیں۔ اور اصنام پرست اقوام کا شروع سے یہ دستور رہا ہے کہ قدیم دیوتاؤں کے نام پر جدید دیوتاؤں کے نام رکھ لیتے ہیں اس لئے اس بت کا نام بھی قدیم مصری دیوتا کے نام پر آزر رکھا گیا۔ ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا۔ ہمارے نزدیک یہ تمام تکلفات باردہ ہیں اس لئے کہ قرآن عزیز نے جب صراحت کے ساتھ آزر کو اب ابراہیم (ابراہیم علیہ السلام کا باپ) کہا تو پھر محض علماء انساب اور بائبل کی تخمینی قیاسات سے متاثر ہوکر قرآن عزیز کی یقینی تعبیر کو مجاز کہنے اس سے بھی آگے بڑھ کر قرآن عزیز میں نحوی مقدرات ماننے پر کونسی شرعی وحقیقی ضرورت مجبور کرتی ہے؟۔ برسبیل تسلیم اگر آزر عاشق صنم کو کہتے ہیں یا بت کا نام ہے تب بھی بغیر تقدیر کلام اور بغیر کسی تاویل کے یہ کیوں نہیں ہوسکتا کہ ان ہر دو وجہ سے آزر کا نام آزر رکھا گیا جیسا کہ اصنام پرست و بت پرست اقوام کا قدیم سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ کبھی اپنی اولاد کا نام بتوں کا غلام ظاہر کرکے رکھتے تھے اور کبھی خود بت ہی کے نام پر نام رکھ لیا کرتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ آزر کالدی زبان میں بڑے پجاری کو کہتے ہیں اور عربی میں یہی آزر کہلایا تارخ چونکہ بت تراشی اور سب سے بڑا پجاری تھا اس لئے آزر ہی کے نام سے مشہور ہوگیا حالانکہ یہ نام نہ تھا لقب تھا اور جب لقب نے نام کی جگہ لے لی تو قرآن عزیز نے بھی اسی نام سے پکارا''۔

(قصص القرآن: ۱/ ۱۱۹ تا ۱۲۱، دارالاشاعت کراچی)

اور آگے لکھتے ہیں:

''پس بلاشبہ تاریخ کا تارخ آزر ہی ہے اور علم اسمی ہے نہ کہ علم وصفی اور تارخ غلط نام ہے اور یا آزر کا ترجمہ ہے جو تورات کے دوسرے اعلام کی طرح ترجمہ نہ رہا بلکہ اصل بن گیا''۔ (قصص القرآن: ۱/ ۱۲۱)

(۲) پھر قریشی صاحب لکھتے ہیں:

’’دیوبندی حضرات کے مفتی پاکستان، اشرف علی تھانوی صاحب کے شاگرد مفتی محمد شفیع صاحب ان تفاسیر کی توثیق کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

’’امام رازی اور علماء سلف میں سے ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ اور چچا کا نام آزر ہے ان کا چچا آزر نمرود کی وزارت کے بعد شرک میں مبتلا ہوگیا اور چچا کو باپ کہنا عربی محاورات میں عام ہے اسی محاورہ کے تحت آیت میں آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ فرمایا گیا ہے اور زرقانی نے شرح مواہب میں اس کے کئی شواہد بھی نقل کئے ہیں‘‘۔

(معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی جلد نمبر ۳، ص ۷۹)

(آزر کون تھا، ص ۵۲)

{**جواب**}: مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی اس عبارت سے متصل ہی پہلے یہ عبارت ہے جسے مفتی حنیف قریشی صاحب نے دیانت کا جنازہ نکالتے ہوئے نقل نہیں کیا:

’’مشہور یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے اور اکثر مورخین نے ان کا نام تارخ بتلایا ہے اور یہ کہ آزر ان کا لقب ہے‘‘۔

(معارف القرآن: ۳/ ۳۷۹، مکتبہ معارف القرآن کراچی)

باقی رہا امام رازیؒ یا ایک جماعت کا آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا کہنا تو آیا یہ درست ہے یا غلط مفتی صاحبؒ نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا خود امام رازیؒ نے اس قول کو رد کیا ہے اس قول کو امام رازیؒ کی طرف منسوب کرنا ان کا تسامح ہے جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

الحمدللہ یہاں تک مفتی حنیف قریشی صاحب کے دلائل کے جوابات مکمل ہوئے۔

خلاصہ کلام

قارئین کرام! ماقبل کی اس ساری تفصیل سے آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا اور یہ مسئلہ آفتاب نیم روز کی طرح آپ پر روشن ہوگیا ہوگا کہ مفتی صاحب اوران کی جماعت کے پاس آزر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ ہونے پرکوئی صریح نص یا دلیل موجود نہیں۔جبکہ ہم نے اپنے موقف کونصوص قطعیہ قرآنیہ، پھراحادیث ،مفسرین ،فقہاء،محدثین ،ومورخین کے اقوال سے مدلل کیا۔مفتی صاحب کا موقف ماننے پران سب دلائل کا انکار یا بے جا تاویل لازم آئے گی جواہل علم کی شان نہیں۔

مفتی صاحب نے اپنے موقف پرتین طرح سے دلائل قائم کئے:

(۱) چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمیع آباء مسلمان ہیں ان میں کوئی بھی کافر نہیں لہذا آزر جوکہ کافر تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں ہوسکتا۔ہم نے جواب دیا کہ یہ صغری ہی ہمیں مسلم نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمیع آباء مومنین تھے۔

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہیں تارخ تھا۔ہم نے جواب دیا کہ دونوں ایک ہی شخصیت کے نام ہیں ایک علم اسمی ذاتی ہے دوسرا وصفی۔دونوں کے مسمیٰ کوالگ الگ تصور کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ''مفتی''اور''حنیف'' دونوں الگ الگ شخصیات ہیں جومفتی ہے وہ حنیف قریشی نہیں ہوسکتا اور جوحنیف قریشی ہے وہ مفتی نہیں ہوسکتا۔ایسی عقل کوہمارا اسلام۔

(۳) اب سے مراد چچا ہے۔ہم نے جواب دیا کہ یہاں اب سے مراد چچا ہونے پرکوئی صریح دلیل موجود نہیں نہ اس کی حاجت ہے تو خواہ مخواہ حقیقت سے کیوں پھیرا جائے؟۔

مفتی قریشی صاحب کہتے ہیں کہ آزر کوحضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ ماننے پر نبی کی توہین وگستاخی لازم آتی ہے کہ ایک کافر کا بیٹا ہو۔تو حدیث میں چچا کوبھی تو باپ کا قایم مقام کہا گیا ہے نائب کا حکم اصل ہی کا حکم ہوتا ہے یہ کونسا اصول ہے کہ باپ کوکافر ماننے پرتو

گستاخی وتوہین لازم آتی ہو اور چچا کو کافر ماننے پر عین ایمان ثابت ہوتا ہو؟۔

آخر یہ فتوے کن پر لگ رہے ہیں ملاحظہ ہوں:

ہم نے اپنے موقف کو مندرجہ ذیل اکابر امت سے مدلل کیا:

(۱) مفسر قرآن حضرت عبداللہ ابن عباسؓ متوفی ۶۸ھ

(۲) سید التابعین حضرت سعید ابن مسیبؒ متوفی ۹۰ھ

(۳) حضرت مجاہد تابعیؒ متوفی ۱۰۴ھ

(۴) حضرت ضحاکؒ متوفی ۱۰۶ھ

(۵) حضرت حسن بصریؒ متوفی ۱۱۰ھ

(۶) حضرت قتادہؒ متوفی ۱۱۷ھ

(۷) حضرت سدیؒ متوفی ۱۲۷ھ

(۸) امام شافعیؒ متوفی ۲۰۴ھ

(۹) ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ

(۱۰) امام ابوالمنصور ماتریدیؒ متوفی ۳۳۳ھ

(۱۱) علامہ ماوردیؒ متوفی ۴۵۰ھ

(۱۲) امام بیہقیؒ متوفی ۴۵۸ھ

(۱۲) امام بغویؒ متوفی ۵۱۰ھ

(۱۳) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ متوفی ۵۶۱ھ

(۱۴) ابوالفرج ابن جوزیؒ متوفی ۵۹۷ھ

(۱۵) امام فخرالدین رازی متوفی ۶۰۳ھ

(۱۶) امام ناصرالدین بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ

(۱۷) علامہ ابوالبرکات علامہ نسفیؒ متوفی ۷۱۰ھ

(۱۸) علامہ خازنؒ متوفی ۷۴۱ھ

(۱۹) امام ابوالحیان اندلسیؒ متوفی ۷۴۵ھ

(۲۰) علامہ ذہبیؒ متوفی ۷۴۸ھ

(۲۱) امام ابن کثیرؒ متوفی ۷۷۴ھ

(۲۲) ابوحفص سراج الدین دمشقیؒ ۷۷۵ھ

(۲۳) عبدالرحمن بن محمد ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ

(۲۴) امام مجدالدین فیروز آبادیؒ متوفی ۸۱۷ھ

(۲۵) شیخ نظام الدین نیشاپوری متوفی ۸۵۰ھ

(۲۶) ابن حجر عسقلانیؒ متوفی ۸۵۲ھ

(۲۷) علامہ عینی حنفیؒ متوفی ۸۵۵ھ

(۲۸) علامہ قسطلانیؒ متوفی ۹۲۳ھ

(۲۹) علامہ رملی شافعیؒ متوفی ۹۵۷ھ

(۳۰) محمد بن خطیب شربینی متوفی ۹۷۷ھ

(۳۱) امام ابوسعود العمادیؒ متوفی ۹۸۲ھ

(۳۲) ملا علی قاری حنفیؒ متوفی ۱۰۱۴ھ

(۳۳) علامہ حلبیؒ متوفی ۱۰۴۴ھ

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ ہم نے پہلی صدی ہجری سے لیکر ہزارویں صدی ہجری تک کے ان جلیل القدر ائمہ کے اقوال و نظریات ماقبل میں پیش کئے کہ جو آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تسلیم کر رہے ہیں اور تارخ ماننے کی صورت میں بھی ان کو کافر ہی لکھ رہے ہیں اب دوسری طرف بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر مفتی فیض احمد اویسی کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمالیں:

''اس میں اہلسنت کا موقف ہے کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہیں تھا لیکن ہمارے دور میں گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گمان ہے کہ آزر ہی آپ کا باپ تھا ان کو لفظ اب سے غلط فہمی ہوئی ہے

چونکہ ان کا مقصد صرف اور صرف انبیاء علیہم السلام کی شان گھٹانا ہے اسی لئے بلا تحقیق اور سرسری طور پر جو لفظ مل گیا اسی کا سہارا لیکر اپنا جی بہلاتے ہیں ورنہ تحقیق کا میدان کھلا ہے ہم اہل فہم کو دعوت دیتے ہیں کہ آئے اس میدان کی سیر کیجئے''۔ (حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آزر کا رشتہ: ص ۴)

غور فرمائیں کہ اگر اہلسنت کا موقف یہی ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ تھے تو کیا ہزار صدی کے یہ سارے آئمہ کیا معاذ اللہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہوکر اہل بدعت ہوئے؟ اور کیا یہ موجودہ دور کے نہیں تو پچھلے دور کے گستاخان رسول ﷺ ہیں جو ہر حال میں آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد باور کرانے پر تلے ہوئے ہیں؟ کیا ان ائمہ کو بھی انبیاء کی شان گھٹانا مقصود؟ اور کیا تحقیق کے میدان کے شہسوار یہ جلیل القدر اعلام امت ہیں یا آپ جیسے جہلاء؟ ہم نے آپ کی اس جہالت کی وادی کی خوب سیر کر لی ہے اور اس کے تار پور خوب کھول کر انصاف پسند قارئین پر فیصلہ چھوڑ دیا ہے اور اللہ کی ذات پر بھروسہ کر کے کہتا ہوں کہ آپ کی ساری جماعت مر تو سکتی ہے لیکن راقم نے جو اس باب میں تحقیق پیش کی ہے اس کا جواب دینے سے تا قیامت عاجز رہے گی۔ ہمت ہے تو اس میدان میں میرا مقابلہ کریں۔ ہاں اگر دجل وفریب، کتر و بیونت، دھوکا دہی، دشنام طرازی، لایعنی تاویلات اور ڈھکوسلوں کا نام تحقیق و جواب ہے تو وہ آپ کی جماعت ماضی میں بھی کرتی رہی اور اب بھی آپ بلا شبہ اس میدان کے امام ہیں۔

ایک فیصلہ کن حوالہ

قارئین کرام اہل بدعت کے سرخیل نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ جناب شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

''میرے ارشاد کے خلاف بتانا تمہارے دین کیلئے زہر قاتل ہے اور تمہاری دنیا و عقبیٰ دونوں کی بربادی ہے''۔

(فتاوی رضویہ قدیم: ۳/ ۵۴۵ وجدید: ۷/ ۵۷۳)

اب ہم یہاں حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا ارشاد نقل کر رہے ہیں جو اس باب میں

یقیناً فریق مخالف کیلئے حجت ہوگا شیخ فرماتے ہیں:

"اخرج ابراھیم علیہ السلام من ابویہ الموتی بالکفر اس نے ابراہیم علیہ السلام کو ایسے ماں باپ سے پیدا فرمایا جو بہ سبب کفر کے مردہ تھے"۔(فیوض غوث صمدانی ترجمہ فتح الربانی مترجم محمد ابراہیم قادری بدایونی ،ص ۸۳ ،فرید بک سٹال لاہور،طبع ثانی اگست ۲۰۰۱ ،تقدیم عبد الحکیم شرف قادری)

اب غور کریں شیخ کا قول نواب صاحب نے نقل کیا کہ جو ان کے ارشاد کی خلاف ورزی کرے اس کی دنیا و آخرت دونوں برباد ہیں اور شیخ رحمہ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صرف والد کو ہی نہیں والدہ کو بھی مشرکہ مان رہے ہیں گویا ان کے نزدیک آزر ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے۔اب فیصلہ خود قریشی صاحب کریں کہ کیا اس ارشاد کے خلاف قول اختیار کرکے آپ کی دنیا و آخرت برباد ہوئی یا اب بھی سلامت ہے؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں صرف مخالفت اختیار نہیں کی جارہی بلکہ قریشی صاحب تو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نظریہ پر کھلم کھلا گستاخی کا فتوی لگارہے ہیں کیا اب بھی قریشی اینڈ پارٹی کی بدبختی میں کوئی شبہ رہ گیا؟

ضروری تنبیہ

مفتی حنیف قریشی صاحب نے آخر میں کئی صفحات اس پر بھی سیاہ کئے کہ معاذاللہ اکابر اہل سنت و جماعت کے عقائد گستاخانہ ہیں۔تو چونکہ ان عقائد کا کتاب کے موضوع سے کوئی تعلق نہ تھا،ثانیاً بندہ ان تمام اعتراضات کے تفصیلی جواب اپنی کتاب "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ" میں دے چکا ہے۔لہذا ان عبارات سے اس موقع پر صرف نظر کیا جارہا ہے **۔البتہ قریشی صاحب جب چاہیں ان عبارات پر ہم سے مناظرہ کرسکتے ہیں بشرطیکہ ہمارا دعوی بھی تسلیم کیا جائے کہ احمد رضاخان اور دیگر بریلوی اکابر اپنے ہی فتاوی واصول کی روشنی میں بے ایمان ہیں۔**

نوٹ: ہم اس اشتہار کی نہ تصدیق کرتے ہیں نہ تردید عرصہ دراز سے یہ شجرہ شائع ہو چکا ہے مگر تاحال اب تک موصوف نے اس کی تردید نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔

مفتی حنیف قریشی صاحب کا شجرہ نسب

دستار کے ہر پیچ کی تصدیق لازم ہے ہر صاحب دستار معزز نہیں ہوتا

حضرت علامہ حنیف قریشی بانی شباب ملی پاکستان، مناظر اسلام جماعت اہل سنت پاکستان کا انمول اور نایاب شجرہ نسب علامہ اعوان یا قریشی؟۔مکتب بریلی کے عظیم مناظر اور بانی شباب ملی پاکستان کسی تعارف کے محتاج نہیں کیونکہ جہاں بھی جاتے ہیں علامہ اپنی پہچان آپ ہیں۔اس لئے مکتب بریلوی کے نوجوان ان کو اپنی آنکھ کا تارا سمجھتے ہیں اور لوگ ان کی شعلہ نوائی کی وجہ سے ان کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔لیکن یاد رہے جس چیز کی بنیاد میں خرابی پائی جاتی ہو تو عمارت بجائے فائدے کے نقصان کا سبب بنتی ہے۔اسی طرح انسان کی رگوں میں پایا جانے والا خون صحیح ہو تو دوسروں کیلئے بھی فائدہ مند ثابت ہوتا ہے لیکن اگر خون میں گڑ بڑ ہو تو وہ لوگوں کیلئے اچھائی کے بجائے گمراہی کا سبب بنتا ہے اسی طرح مناظر اسلام کا بھی انمول و نایاب شجرہ نسب ہے۔

علامہ کا تعلق علاقہ بوئی چک تحصیل و ضلع ایبٹ آباد سے ہے۔خاندانی طور پر اعوان ہیں لیکن خونی طور پر قریشی ہیں۔آپ کی والدہ محترمہ کا نام سکینہ بی بی ہے جن کی شادی اسی گاؤں کی مشہور شخصیت خچروں والے خان زمان صاحب کے بڑے بھائی گوہر رحمان صاحب کے ساتھ ہوئی شادی کے کچھ ماہ بعد گوہر رحمان صاحب کراچی چلے گئے اور پھر پتہ چلا کہ وہ غائب ہو گئے گوہر رحمان کے غائب ہونے کے کچھ ماہ بعد سکینہ بی بی دوسرا خاوند جس کا نام خلیل الرحمن تھا کو پسند کر کے تعلقات استوار کر کے نکاح کرنا چاہا، اب سکینہ بی بی کا نکاح خلیل الرحمن سے کوئی نہیں پڑھا رہا تھا (کیونکہ نکاح پر نکاح شرعی طور پر ناجائز تھا) مقامی مسجد کے امام مولوی (یہاں اشتہار نہیں پڑھا جا رہا) صاحب سے رابطہ کیا گیا کہ آپ ہمارا نکاح پڑھائیں لیکن عبداللہ صاحب نے مکمل انکار کر دیا پھر اسی علاقہ میں بانڈی پہاڑ نامی جگہ کے ایک بدمعاش مسمی علی زمان نے نکاح پڑھایا جو کہ نہ مولوی تھا نہ حافظ تھا بلکہ

ایک عام آدمی تھا۔ نکاح پڑھانے کے عوض خلیل الرحمن صاحب کو عرصہ دراز تک اس بدمعاش شخص کی بڑی رکھ سے گھاس کاٹنا پڑا جبکہ اس نکاح پر نکاح کے نتیجے میں علامہ حنیف قریشی اعوان پیدا ہوئے۔ علامہ کی پیدائش کے بعد سکینہ بی بی کا پہلا شوہر گوہر رحمان بھی واپس آ گیا۔ گوہر رحمن کمزور ہونے کے باعث سکینہ بی بی کو خلیل الرحمن سے واپس نہ لے سکا کیونکہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا معاملہ یہاں بھی تھا۔ اب پتہ چلا کہ علامہ صاحب کے دو باپ ہیں ایک گوہر رحمن دوسرا خلیل الرحمن۔ جبکہ شرعی نقطہ نظر سے سکینہ بی بی کا خلیل الرحمن کے ساتھ نکاح ہی نہیں ہوا۔ اب بریلوی عوام سے گزارش ہے کہ وہ اپنے اس مناظر اسلام سے پوچھیں آپ مفتی بھی ہیں آپ نے دو مرتبہ بخاری شریف بھی پڑھی ہے کیا سکینہ بی بی کا خلیل الرحمن سے نکاح ہوا یا نہیں؟

مکتب بریلوی کے مفتی صاحبان سے گزارش ہے کہ اس صورت حال میں مناظر اسلام جماعت اہل سنت کی پوزیشن واضح فرمائیں یہ خاندانی اعوان ہیں اور اب قریشی کیسے اور کیوں؟ وضاحت فرمائیں۔

نوٹ: یہ معلومات بمقام بوئی شائع ہوئی ہیں۔ علامہ صاحب اپنے حلالی ہونے کا ثبوت دیں گے؟

برائے رابطہ: مسجد سرلہ علاقہ بوئی چک تحصیل و ضلع ایبٹ آباد (خیبر پختونخواہ)

آئینہ کیوں نہ دکھاؤں۔۔۔؟؟؟

(مولوی حنیف قریشی کا آپریشن)

یہ مضمون راقم الحروف نے آج سے پانچ سال قبل لکھا تھا جو دوماہی ''نور سنت'' کے شمارہ نمبر ۵ میں شائع ہوا بعد میں انٹرنیٹ پر بھی ''مفتی حنیف قریشی کا آپریشن'' کے نام سے شائع ہوا مگر موصوف تا حال اس کے جواب سے عاجز ہیں۔

قارئین اہلسنت! انگریز ہندوستان میں اپنا غاصبانہ قبضہ جمانے کیلئے ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے ہندوستانی مسلمانوں کو آپس میں دست و گریبان کرنے کیلئے اپنے دو گماشتوں کو میدان میں لایا ان میں سے ایک کا نام ''مرزا غلام احمد قادیانی'' اور دوسرے کا نام ''مولوی احمد رضا خان'' تھا۔ اول الذکر نے جہاد کے حرام

ہونے کا اعلان کر کے اور انگریزی حکومت کو رحمت خداوندی کہہ کر اپنی نمک حلالی کا ثبوت دیا تو ثانی الذکر نے ہر اس شخص پر کفر و گستاخی کا فتوی لگا کر اسے بدنام کرنے کی کوشش کی جو کسی بھی طرح انگریزی حکومت کی راہ میں رکاوٹ بن سکتا تھا۔ مولوی احمد رضا خان اپنی انگریزی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے مسلسل ۵۰ برس اسی کوشش میں لگا رہا کہ کسی طرح مسلمان آپس میں دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائیں، یہاں تک کہ وہ اپنی اس مذموم کوشش میں کامیاب ہوا اور احمد رضا خان کے ماننے والوں کا ایک مستقل فرقہ ''رضا خانیت'' یا ''بریلویت'' کے نام سے وجود میں آ گیا۔ احمد رضا خان نے اپنے ان ماننے والوں کو ''بھولی بھیڑوں'' (بھیڑیں اپنی بے وقوفی میں مشہور ہیں) کا نام دیا اور مرتے وقت ان کو یہ وصیت کر گئے کہ میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر عمل کرنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خان کے بعد اس کے ماننے والوں نے اس وصیت پر خوب عمل کیا اور احمد رضا خان نے بریلی میں جو ''کفر ساز مشین گن'' (انوار رضا) نصب کی تھی کو چلانے میں خوب تندہی کا مظاہرہ کیا اور اس مشین گن کو ایسا چلایا کہ نہ اپنے ان کفر کے گولوں سے بچ پائے نہ پرائے۔ احمد رضا خان کے انہی ماننے والوں میں سے ایک کا نام ''مولوی حنیف قریشی'' کا بھی ہے جس نے پنڈی و مانسہرہ میں علمائے دیوبند کے خلاف ایک طوفانِ بدتمیزی کھڑا کیا ہوا ہے اور موصوف کو جہاں کہیں موقع ملتا ہے اپنے باطن کی گندگی کو عوام کے سامنے انڈیلنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہم اس مضمون میں مولوی صاحب کو صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دوسروں پر گستاخی اور کفر کے فتوے لگانے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو کہ آپ اور آپ کے اکابر خود آپ کے فتووں سے اور آپ ان کے فتووں سے کس مقام پر ہیں؟۔ کتنی شرم کی بات ہے کہ ایک بندہ خود چور ہو اور دوسروں پر یہ الزام لگائے کہ چور چور۔ تو لیجئے ہم حنیف قریشی صاحب کی ضیافت طبع کیلئے صرف چند حوالے نقل کر رہے ہیں اور ان سے گزارش کرتے ہیں کہ اپنی کفر ساز مشین گن کے کچھ فائر اپنے ان بڑوں پر بھی مار دیں۔

حوالہ نمبر ۱

حنیف قریشی رضا خانی لکھتا ہے:

''اتنے مشاہیر محدثین علمائے آئمہ کی طرف سے ابن تیمیہ کی تکفیر و تضلیل و تردید کے باوجود انہیں شیخ الاسلام والمسلمین قرار دینا۔۔۔۔شریعت کے مقابلے میں ہوا پرستی اور سراسر بے لگامی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اور یہ اخلاق کریمانہ کی کونسی قسم ہے؟''۔(روئداد مناظرہ پنڈی گستاخ کون:ص ۵۱۲۔اسلامک بک کارپوریشن پنڈی)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الاسلام کہے وہ:
(۱)شریعت کے مقابلے میں ہوا پرست (۲)سراسر بے لگام (۳)اخلاق کریمانہ سے عاری ہے۔

اب ذرا بریلوی چراغ گولڑہ پیر نصیر الدین نصیر کی یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمالیں:
''شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ''(راہ و رسم منزل ہا:ص ۱۱۰۔درگاہ غوثیہ مہریہ اسلام آباد)

حنیف قریشی صاحب کہیے آپ کے اندر اتنی اخلاقی جرات ہے کہ اپنے ان فتووں کا ایک ہار بنا کر پیر صاحب کی قبر پر ڈال دیں؟

حوالہ نمبر ۲

حنیف قریشی رضا خانی لکھتا ہے:
''حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے آپ سوائے شیعہ کے تمام مسالک کی متفقہ شخصیت ہیں''۔(مناظرہ گستاخ کون:ص ۳۸۰)

گویا شیعہ کے علاوہ حضرت شاہ صاحبؒ کو تمام مسالک کے لوگ مانتے ہیں دوسرے الفاظ میں جو شاہ صاحب کو نہ مانے وہ شیعہ ہے مگر مولوی حنیف قریشی کے فرقے کے جنید زماں اور غزالی دوراں مولوی عمر اچھروی نے اپنی بدنام زمانہ کتاب ''مقیاس حنفیت'' کے صفحہ ۵۶۲، ۵۶۳ دو صفحے اس بات پر سیاہ کئے کہ شاہ ولی اللہ معاذ اللہ گستاخ ،وہابی اور کافر تھا۔حنیف قریشی صاحب ہمارے خلاف تو آپ کی بڑی زبان چلتی ہے ہمت کیجئے اور لگائے اپنے جنید زماں پر شیعت کا فتوی۔

حوالہ نمبر ۳

قریشی کہتا ہے:
''اسی طرح ہم نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی کفر کی بات نہیں سنی''(مناظرہ

گستاخ کون: ص ۵۷۳)

مگر مولوی عمر اچھروی کہتا ہے:

''شاہ ولی اللہ نے توہین انبیاء پر مبنی کتب شائع کیں اور تمام علماء اسلام نے متفقہ طور پر شاہ صاحب پر کفر کا فتوی لگایا''۔(مقیاس حنفیت: ص ۵۶۳۔المقیاس پبلشرز)

قریشی صاحب آپ بتائیں کیا آپ کے نزدیک انبیاء کی توہین پر مبنی کتب شائع کرنا کفر نہیں؟ بقول آپ کے جنید زماں کے حضرت شاہ صاحب کے کفر پر تو تمام امت کا اجماع ہو چکا ہے معاذ اللہ تو آپ کس منہ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی کفر کی بات نہیں دیکھی ہم آپ کو سچا مان کر عمر اچھروی کو کذاب کہیں یا آپ کو کذاب کہیں؟

حوالہ نمبر ۴

بریلوی مفتی حنیف قریشی صاحب اپنے ایک کتابچے میں لکھتے ہیں:

''آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد کہنے کی صورت میں مذکورہ اور علاوہ ازیں ان تمام روایات کا انکار لازم آئے گا جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب پاک کی طہارت ثابت ہے۔۔۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کافر کا بیٹا ماننا پڑے گا اور یوں ان بے ادب لوگوں کیلئے بھی راستہ کھلتا ہے کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو معاذ اللہ کافر کہتے ہیں''۔(آزر کون تھا؟ ص ۵۵، ۵۶ اسلامک بک کارپوریشن پنڈی)

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ جو حضرات آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد کہتے ہیں وہ ان نصوص کے منکر ہیں جن سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب پاک کی طہارت ثابت ہے نیز یہ لوگ گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے دروازے کھولنے والے ہیں۔اب آئے ذرا بریلوی محدث اعظم سید محمد کچھوچھوی کا عقیدہ بھی پڑھ لیں:

''محدث اعظم کی نظر اس پر تھی کہ آرز ابرہیم علیہ السلام کے باپ تھے''۔

(جام نور دہلی کا محدث اعظم نمبر: اپریل ۲۰۱۱، ص ۱۷۱)

پیران پیر قریشی فتوے کی زد میں

اسی طرح حضرت پیران پیر روشن ضمیر حضرت عبدالقادر جیلانیؒ لکھتے ہیں:

''اخرج ابراھیم علیہ السلام من ابویہ الموتی بالکفر''اس نے ابراہیم

علیہ السلام کو ایسے ماں باپ سے پیدا فرمایا جو بسبب کفر کے مردہ تھے (فیوض غوث یزدانی ترجمہ الفتح الربانی: ص ۸۳۔ فرید بک سٹال لاہور)

غور فرمائیں قریشی کے اس فتوے کی زد میں کس طرح حضرت پیران پیر آرہے ہیں مگر آپ نے وہ محاورہ تو سنا ہوگا

سورج پر تھوکنے والے کا اپنا ہی منہ لتھڑتا ہے''

حقیقت یہ ہے کہ قریشی صاحب خود اپنے اعلی حضرت کے فتوے سے دنیا و آخرت کی بربادی کے حقدار ہو چکے ہیں کیونکہ مولوی احمد رضا خان نے لکھا ہے کہ پیران پیر کے اقوال کے خلاف کوئی بات کرنا دنیا و آخرت کی بربادی ہے (محصلہ فتاوی رضویہ قدیم۔ ج ۳۔ ص ۵۴۵)

اب دیکھئے پیران پیر کا قول تو یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماں باپ کافر تھے مگر قریشی اس قول کے خلاف بتارہا ہے بلکہ اس پر فتوے لگا رہا ہے اب آپ ہی بتائیں کہ کیا احمد رضا خان کے فتوے کی رو سے حنیف قریشی کی دنیا و آخرت برباد ہوئی یا نہیں؟

حوالہ نمبر ۵

قارئین کرام کچھ عرصہ پہلے حنیف قریشی نے ایک غیر مقلد عالم طالب الرحمن سے مناظرہ کیا مناظرے کی ابتداء میں حنیف قریشی کہتا ہے کہ مناظرے کا یہ اصول ہے کہ مناظرین آپس میں علم میں مساوی ہوں چنانچہ قریشی کے الفاظ یہ ہیں:

''میں عرض کرنا چاہوں گا کہ میرے ہاتھ میں مناظرہ رشیدیہ ہے۔۔۔ یہاں پر واضح طور پر موجود ہے کہ

''ینبغی ان یکون مناظرین متماثلین بان یکون احدھما فی غایۃ العلو والکمال والاخر فی نہایۃ الدنانۃ والنقصان

مناظرین دونوں کا ہم پلہ ہونا بڑا ضروری ہے

(مناظرہ ویڈیو لنک

(http://www.youtube.com/watch?v=fspmnGJa6vI

مگر بریلوی مذہب کے حکیم الامت احمد یار گجراتی صاحب لکھتا ہے کہ:

''مناظرہ میں فریقین کا علم میں برابر ہونا ضروری نہیں، بڑا عالم معمولی علم والے

سے بھی مناظرہ کرے''۔ (تفسیر نعیمی، ج ۴، ص ۲۱) اسی طرح ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ:

''مناظرہ میں جانبین کا علم میں برابر ہونا ضروری نہیں، اعلیٰ درجہ کا عالم معمولی شخص سے مناظرہ کرسکتا ہے''۔ (تفسیر نعیمی، ج ۳، ص ۴۷۸)

اب حنیف قریشی مناظرے کا اصول بتاتا ہے کہ مناظرے میں دونوں کا ہم پلہ ہونا ضروری ہے مگر احمد یار گجراتی کہتا ہے کہ یہ ضروری نہیں بڑا عالم معمولی عالم سے بھی مناظرہ کرسکتا ہے۔ اب بریلوی ہمیں جواب دیں کہ ہم احمد یار گجراتی کو اصول مناظرہ سے جاہل تسلیم کریں یا حنیف قریشی کو کذاب مانیں؟؟؟؟

حوالہ نمبر ۶

مولوی حنیف قریشی صاحب لکھتے ہیں:

''یا محمد یا رسول اللہ کے ساتھ حضور ﷺ کو پکارنا حدیث صحیح سے ثابت ہے اور صحابہ کی تعلیمات کا حصہ ہے'' (نداء الاخیار: ص ۸۲۔ اسلامک بک کارپوریشن)

اسی طرح یہ رضاخانی لکھتا ہے:

''حضور ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کیساتھ اس طرح کی نداء (یا محمد ﷺ میں کوئی حرج نہیں)''۔ (ایضا: ص ۸۱)

مگر بریلوی حکیم الامت احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''ان کو بشر یا انسان کہہ کر پکارنا یا حضور ﷺ کو یا محمد یا کہ اے ابراہیم کے باپ یا اے بھائی باوا وغیرہ برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے''۔

(جاء الحق، ص ۱۸۰۔ ضیاء القرآن پبلیشرز)

قریشی صاحب آپ جس کام یعنی ''یا محمد'' کو جائز اور صحیح احادیث سے ثابت شدہ کہہ رہے ہیں اور صحابہ کی تعلیمات کہہ رہے ہیں آپ کا حکیم الامت اسے ''حرام'' کام کہہ رہا کہیئے کیا آپ نے افتاء کا کورس اس لئے کیا تھا کہ حرام کاموں کو صحیح احادیث سے ثابت کریں؟ ہمیں جواب دیں کہ صحیح احادیث سے ثابت شدہ کام کو حرام بتانے والے پر کیا فتویٰ ہے؟ پھر یہ بھی غور کریں کہ آپ کا مفتی کہتا ہے کہ یا محمد سے یاد کرنا گویا نبی ﷺ کی

برابری کرنا ہے اور قریشی اسے جائز بتلا رہا ہے گویا یہ اپنے ماننے والوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برابری میں لانا چاہتا ہے تف ہے ان گستاخوں پر

حوالہ نمبر ۷

مولوی حنیف قریشی لکھتا ہے:

''میں شاہ اسمعیل کو حنفی ہونے کے اعتبار سے یہ کہتا ہوں کہ وہ کافر ہے''۔(مناظرہ گستاخ کون:ص ۵۶۸)

مگر مولوی احمد رضا خان کہتا ہے:

امام الطائفہ (اسمعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے''۔(تمہید ایمان مع حسام الحرمین:ص ۵۴،مکتبۃ المدینہ)

اب احمد رضا خان شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر نہیں کرتا اور انہیں مسلمان مانتا ہے اور قریشی حضرت شاہ صاحب کو معاذ اللہ کافر مانتا ہے یہاں قریشی احمد رضا خان کا ہم عقیدہ نہ رہا اور جو احمد رضا خان کا ہم عقیدہ نہ ہو اس کے متعلق مولوی نعیم الدین مراد آبادی فتوی دیتا ہے کہ وہ مسلمان نہیں (التحقیقات:ص ۵ ۔انجمن فروغ ملت بلاری ضلع مراد آبادی یوپی) اب بتائے کیا قریشی نے اس فتوے کے بعد اب تک تجدید ایمان کیا؟ اگر نہیں تو اب تک کیا ازدواجی زندگی خالص زنا نہ ہوئی اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد کا کیا حکم ہوگا؟ (احمد رضا خان کا دیوبندیوں کے متعلق یہی فتوی ہے کہ ان کا نکاح نکاح نہیں خالص زنا اور اولاد ولد الحرام) یہ بھی یاد رہے کہ احمد رضا خان نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل لا الا اللہ کی تکفیر سے منع کیا ہے اور شاہ صاحب کو اہل لا الہ الا اللہ میں شمار کیا لہذا مولوی حنیف قریشی کا شاہ صاحب کی تکفیر کرنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھلی ہوئی مخالفت ہے۔

حوالہ نمبر ۸

اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی پر کوئی بھی چیز واجب نہیں نہ وہ معاذ اللہ مجبور محض ہے وہ نیکوں کاروں کو محض اپنے فضل سے جنت میں داخل کرے گا اور اگر بالفرض تمام جنتیوں کو جنت سے نکال کر دوزخ میں ڈال دے تب بھی اس نے کوئی ظلم نہیں کیا چنانچہ

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے :

''لو ان اللہ عذاب اھل سموتہ و اھل ارضہ عذبھم و ھو غیر ظالم و لو رحمھم کانت رحمتہ خیر الھم من اعمالھم ۔۔الخ (ابوداود ج ۲ ص ۲۹۰)

ترجمہ: اگر اللہ تعالی آسمانوں اور زمینوں کی ساری مخلوق کو عذاب دینا چاہے تو دے سکتا ہے اور اس میں اس کا کوئی ظلم نہ ہوگا اور اگر وہ ان پر اپنی رحمت کرے تو اس کی رحمت ان کیلئے ان کے اعمال سے بھی بہتر ہے۔

مگر مولوی حنیف قریشی کا ایک بیان یو ٹیوب پر موجود ہے جس میں یہ شخص معتزلیوں کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہے: ''اصحاب کہف کے کتے کو تو رب بھی جہنم سے نہیں نکال سکتا'' معاذ اللہ

ملاحظہ

فرمائیں http://www.youtube.com/watch?v=im8GfgGot6c

حوالہ نمبر ۹

مولوی حنیف قریشی اور اس کی ٹیم نے ٹیڑھی گردن والے اشرف سیالوی کو ''استاذ العلماء امام المناظرین علامہ محمد اشرف سیالوی'' لکھا۔ (گستاخ کون: ص ۳۰)

مگر بریلوی عبد المجید سعیدی رضا خانی آف رحیم یار خان اسی اشرف سیالوی کو گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتا ہے ملاحظہ ہو: (تنبیہات: ص ۵۶، ۱۴، ۱۵، ۳۲)

اب ایک گستاخ کو اپنا استاذ اور امام ماننے والے خود کتنے بڑے گستاخ ہونگے اس کا فیصلہ قریشی کے چیلے خود ہی کر لیں۔

حوالہ نمبر ۱۰

اس نے اپنے مناظرے کی روئیداد میں لکھوایا :

''جب اللہ تعالی کو عرش پر مستقر مانا جائے تو لازم آئے گا کہ فرشتوں نے معاذ اللہ اللہ تعالی کی ذات کو سر پر اٹھا رکھا ہے اور یہ کفریہ عقیدہ ہے''۔ (گستاخ کون: ص ۷۷)

مگر دوسری طرف بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر مولوی فیض احمد اویسی لکھتا ہے :

''خدائے رحمان جس نے عرش پر قرار پکڑا'' (رسائل اویسیہ: ج ۳، ص ۱۶، ۱۷)

اسی طرح ''آسان ترجمہ قرآن'' مصدقہ سرفراز نعیمی و حسین نعیمی میں ہے:

''اللہ ہی ہے جس نے پیدا کیا آسمان اور زمین کو چھ دن میں پھر اس نے عرش پر قرار پکڑا''۔(آسان ترجمہ قرآن:ص۸۹۶)

حنیف قریشی تجھ میں اگر ایمانی جرات اور غیرت ہے تو لگا اپنے ان بڑوں پر بھی کفر کے فتوے۔

حوالہ نمبر ۱۱

اس نے اپنے مناظرے کی روئیداد میں لکھوایا ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف گناہ کی نسبت کرنا گستاخی ہے سورہ فتح آیت ۲۷ کا یہ ترجمہ کرنا کہ ہم نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دئے کرنا صحیح نہیں ہے اور اس ترجمے کے ہوتے ہوئے ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عیسائیوں کی طرف سے ہونے والے اعتراض کا جواب نہیں دے سکتے''۔(محصلہ۔گستاخ کون:ص ۱۹۳۔۱۹۶)

مگر احمد رضا خان کے والد مولوی نقی علی نے کئی جگہ گناہ کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی چنانچہ لکھتے ہیں:

''مغفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمانوں مردوں اور عورتوں کیلئے''۔(احسن الوعاء:ص۲۶)

اسی طرح یہ لکھتا ہے:

''تاکہ معاف کرے اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ''۔(انوار جمال مصطفی:ص۱۷)

مولوی غلام رسول سعیدی کے شاگرد خاص نصر اللہ نقشبندی نے اپنی کتاب ''مقالات ابن عزیز'' میں صفحہ ۶۸ تا ۷۰ ایک پورا عنوان اس پر قائم کیا ہے کہ احمد رضا خان اور ان کے والد نے کئی جگہ گناہ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی ہے۔اب ہم پر صبح و شام گستاخ کے فتوے داغنے والے کیا اپنے ان بڑوں کی قبروں کو بھی اس طرح دشنام طرازیوں سے سیاہ کریں گے جس طرح یہ اللہ کے نبی کے سچے عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف صبح و شام زہر اگل کر اپنی قبر سیاہ کر رہے ہیں؟۔آخر یہ دوغلا پن کیوں؟ علمائے اہلسنت کی معمولی باتوں پر رائی کا پہاڑ کھڑا کر دینے والے اپنے اکابرین کی

ان عبارتوں کو عوام کے سامنے کیوں نہیں لاتے اور کیوں انہیں نہیں بتاتے کہ جن باتوں کی بنیاد پر ہم علمائے دیوبند پر گستاخ کے فتوے لگاتے ہیں وہ تمام عبارتیں تو ہمارے بڑوں کی کتابوں میں بھی موجود ہیں۔کیا یہ دورخی اس لئے کہ علمائے دیوبند پر زبان درازی کرنے پر حلوے مانڈے ملیں گے اور اپنے اکابر پر دشنام طرازیاں کرنے پر بدلے میں جوتے؟؟؟

حوالہ نمبر ۱۲

قریشی رضاخانی کہتا ہے:

''احمد رضاخان فاضل بریلوی۔۔۔نے جب یہ سنا کہ اس کی توبہ کی باتیں ہورہی ہیں۔احتیاط کے پیش نظر انہوں نے کہا کہ میں اس کو کافر نہیں کہتا''۔(گستاخ کون: ص ۱۱۸)

گویا حنیف قریشی نے اس بات کو تسلیم کرلیا کہ احمد رضاخان نے امام الموحدین شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کافر نہیں کہا۔مگر دوسری طرف فضل حق خیر آبادی کا یہ فتوی ہے:

''شاہ اسمعیل کافر اور واجب القتل ہے جو اس کو کافر نہ کہے وہ خود کافر و لعین ہے''۔(محصلہ۔شفاعت مصطفی: ص ۲۴۷ و خیر آبادیات ۱۳۸۔۱۴۷)

اب اگر احمد رضاخان کے قول کو تسلیم کریں تو فضل حق خیر آبادی کو کافر ماننا پڑے گا کہ وہ ایک مسلمان کو کافر اور ایسا کافر کے اس کے واجب القتل ہونے کا فتوی دے رہا ہے اور اگر فضل حق کی بات کو درست تسلیم کریں تو احمد رضاخان کو ملعون اور کافر ماننا پڑے گا کہ وہ ایک کافر کو مسلمان مان رہا ہے۔قریشی آخری تیری زبان ان کے خلاف کیوں نہیں کھلتی؟

حوالہ نمبر ۱۳

حنیف قریشی رضاخانی کے رسالے پر تقریظ لکھنے والا کاشف اقبال رضاخانی لکھتا ہے:

''صدیوں سے مسلمہ امور کو بھی انتشار و افتراق کی نظر کردیا مثلاً حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ندائیہ جملوں سے صلوۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرنا جمیع اہل اسلام کا وطیرہ

مبارک کہ ہے مگر برا ہو وہابیہ گندی ذہنیت کا کہ صلوۃ وسلام کے ندائیہ کلمات پر کفر وشرک کے فتوے لگا کر اہل اسلام کو ایمان کے محور ومرکز آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور کرنا چاہتے ہیں"۔
(نداءالاخیار: ص ۱۱)

گو یا صلوۃ وسلام میں جو "یا رسو اللہ" یا دیگر ندائیہ کلمات ہیں ان پر کفر وشرک کے فتوے لگانے والے

(۱) وہابی ہیں۔ (۲) گندہی ذہنیت والے ہیں۔ (۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور کرنے والے ہیں۔

مگر دوسری طرف قریشی اور کاشف اقبال رضا خانی کے مسلک کے مسعود ملت پروفیسر مسعود کے والد مفتی مظہر اللہ دہلوی یہ فتوی دیتے ہیں:

"واضح ہو کہ یا رسول اللہ کہنا وقت سونے اور نشست اور ہر کار وغیرہ کے وقت ممنوع ہے اور بنیت حاضر ناظر کہنا موجب شرک ہے"۔ (فتاوی مسعودی: ص ۵۲۹، سرہند پبلیکیشنز کراچی)

کہئے قریشی صاحب علمائے دیوبند پر تو آپ نے اپنے اندر کا سنڈاس کافی نکال لیا ہے اب اپنی وہی بدتر از بول زبان جو علمائے دیوبند کے خلاف ہر وقت نکلی رہتی ہے یہاں بھی اسی طرح استعمال ہوگی یا یہاں اپنوں سے جوتے کھانے کی ڈر کی وجہ سے۔۔۔۔

ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ صرف یہ چند حوالے پیش کئے (قریشی صاحب کی کتابوں میں اس کے علاوہ بھی کئی حوالے موجود ہیں) ہمارا مطالبہ قریشی سے صرف اتنا ہی ہے کہ اگر تجھے گستاخوں کا تعاقب کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو سب سے پہلے اپنے ان اکابر کو کفر کے گھاٹ اتار پھر دوسروں کی فکر کر۔ ہم اب بھی کہتے ہیں کہ بریلویوں باز آجاو باز آجاو ورنہ وہ دن دور نہیں کہ تم منہ چھپاتے پھرو اور تمہیں چھپنے کیلئے کوئی اوٹ نہ ملے۔

مصنف کی دیگر مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف و رسائل

(۱) مناظرہ کوہاٹ: 2012 میں کوہاٹ میں جشن عید میلاد النبی ﷺ پر ہونے والے مناظرے کی مکمل روئیداد

(۲) الاربعین فی مناقب امیر المومنین: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے مناقب و فضائل پر چالیس مستند احادیث کا مجموعہ

(۳) تحریک آزادی اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رح

(۴) روئیداد مناظرہ علم غیب: سوات میں علم غیب پر ہونے والے شاندار مناظرہ کی مکمل روئیداد

(۵) ازالۃ الوسواس عن اثر ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ: سات زمینوں کے متعلق اثر ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی توثیق پر لاجواب تحقیقی مقالہ

(۶) مسلک اعلی حضرت: سنیت کے پردہ میں چھپے سبائی فتنہ کی نقاب کشائی

(۷) دفاع اہل السنۃ والجماعۃ (غیر مطبوعہ)

دارالعلوم دیوبند کی تقاریظ سے مزین اس کتاب میں علمائے اہل السنۃ والجماعۃ پر ہونے والے تمام اعتراضات کے انتہائی مفصل و مدلل جوابات دئے گئے ہیں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب جو جلد ہی زیور طبع سے آراستہ ہونے والی ہے۔

(۸) الاربعین فی مناقب الخلفاء الراشدین (غیر مطبوعہ): خلفائے راشدین رضی اللہ تعالی عنہم کے مناقب پر چالیس احادیث کا مجموعہ

مزید تفصیلات کیلئے

Facebook.com/AllamaSajidKhanNaqshbandi

sajidkhannaqshbandi.blogspot.com

kalahazrat@gmail.com